بھگتی یوگ

شیو برت لال

م دتہ مل اینڈ سنز تاجران کتب لوہاری گیٹ لاہور

اوم

بھگتی یوگ

تصنیف لطیف سوامی ودیکانند جی

مترجمہ

بابو شیوبرت لعل صاحب ورمن

بھگتی دوہیلی گرو کی سیس کا یر کا نام ۔ سیس اُتارے ہاتھ سے لو لیسی ست نام

بھگتی بھاؤ بھادوں ندی سبھی چلے اکلائے ۔ سلتا سوئی سراہیے جو جیٹھ ہر ٹھیرائے

جب لگ بھگتی سکام ہے تب لگ نرپھل سیو ۔ کہیں کبیر وہ کیوں ملیں نہ کامی نج دیو

بھگتی پران سے ہوت ہے من سے کیجو بھاؤ ۔ پرماتما پرنیت میں برتن جانیئے تو جاؤ

بھگتی پدارتھ تب ملے جب گورو ہو دیں سہائے ۔ پریم پریتی کی بھگتی کبیر صاحب پورن بھاگ ملائے

پبلشرز

لالہ رام دتہ مل اینڈ سنز تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

باہتمام لالہ موتی رام مینیجر مفید عام پریس لاہور میں چھپی اور میسرز لالہ رام دتہ مل اینڈ سنز تاجر کتب لاہور

فہرست مضامین

بھگتی یوگ

باب پہلا۔ بھگتی کیا ہے

بھگتی کیا ہے! یہ سوال گو بادی النظر میں آسان۔ معمولی اور غیر اہم معلوم ہو۔ لیکن جو سوچنے والے ہیں۔ وہ اس کو کسی اور نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور کم از کم اُن کے لئے اس کا جواب نہایت ضروری اور لازمی سمجھا جائیگا۔ مذہب کا دارومدار ہی بھگتی پر ہے۔ جنہوں نے مذہب کو ایک قسم کی سوشیل ضرورت سمجھ رکھا ہے۔ خواہ جو لوگ یہ کہا کرتے ہیں۔ کہ انسان کی فطرتی عجائب پرستی کا فائدہ اُٹھا کر عقلا اور حکمانے مذہب کو اُن کے باقاعدہ رکھنے اور سوسائٹی کے نظام میں خوش اسلوبی قائم رکھنے کا ایک معقول ذریعہ نکال لیا ہے۔ وہ غلطی پر ہیں۔ اُنہوں نے کبھی مذہب کی ماہیت پر غور کرنے اور اس کی اصلیت کے سمجھنے کا موقع ہی نہیں پایا۔ اور اس لئے ان کے وہم و گمان بالکل پوچ اور لچر ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ دنیاوی نظام قایم رکھنے کے لئے مذہب سب سے زیادہ ضروری کارآمد اور مفید چیز ہے۔ مگر اس کی اہمیت یہاں ہی تک محدود نہیں ہے۔ وہ نہ صرف لوک ہی کا ادھارک ہے بلکہ پرلوک کا بھی سدھارک ہے اور اس کی سمجھ ان پاک زندگیوں پر غور کرنے سے آوے گی جنہوں نے مذہب کی اشاعت میں اپنا سب کچھ نثار کر دیا۔ ان میں لاقابنت آگئی۔ اور آج آپ دیکھتے ہیں حکیم۔ فیلسوف۔ طاقت ور حکمران کتنی تعداد میں آئے

اور گئے ۔ ان کا کوئی نام تک نہیں جانتا ۔ مگر مذہب والوں کا کیا حال ہے ۔ ان کو دُنیا سے کوچ کئے ہوئے لاکھوں اور ہزاروں برس گذر گئے ۔ اب تک اُن کے روحانی جھنڈے اُسی مضبوطی اور آب و تاب کے ساتھ گڑے ہیں ۔ اور گڑے رہیں گے ۔ دُنیا میں علمی ترقیوں کی لہریں آئیں اور گئیں ۔ مگر اُن کی موجودگی اور عدم موجودگی میں مذہب پھر بھی کروڑوں اور اربوں کو روحانی تشفی بخشتا رہا ۔ کیونکہ مذہب کا تعلق ہی اس لافانی ۔ لایزال ۔ محیط ۔ دائم اور قائم بالذات ذات ۔ سے ہے ۔ جو 'کال' اور 'مایا' کی حد سے پرے کہا جاتا ہے ۔ اسی سے تعلق رکھنا بھگتی کہلاتا ہے ۔

بھگتی دراصل پرماتما کی اصلی اور سچی تلاش کا نام ہے ۔ جس کی ابتدا جس کا وسط اور جس کی انتہا کی بنیاد میں پریم رہتا ہے ۔ وہ پریم سے پیدا ہوتی ہے ۔ پریم میں رہتی اور پریم ہی میں اُس کا خاتمہ ہوتا ہے ۔ دوسرے معنی میں بھگتی پریم کا مترادف ہے ۔ جو ایشور کی محبت کا دم بھرتے ہیں ۔ جو ایک لمحہ کے لئے بھی اُس پریم کے بھنڈار کے خیال میں محو ہو کر اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں ۔ جن میں ذرہ بھی پریم بھاؤ ہے ۔ وہ دائمی نجات کے مستحق اور وارث ہو جاتے ہیں ۔ پریم اصلی چیز ہے ۔ جن ارکین کے انضباط اور جن قوانین کی پابندی کا نام مذہب ہے ۔ اُسی کی روح یہ پریم ہے ۔ جیسے دھان کے چھلکے کے اندر چاول رہتا ہے ۔ ویسے ہی مذہب کا عطر ۔ مذہب کا خلاصہ اور مذہب کا اصل اصول یہ بھگتی اور یہ پریم ہے ۔ جس میں پریم پیدا ہو گیا ۔ جس کے روح کی پرواز کے لئے پریم اور محبت کے بال و پر جما دیئے گئے ۔ پھر اس کو کیا چاہیئے ۔ اس نے مذہب کے مقصد کو حاصل کر لیا ۔ اس کی زندگی کی اعلیٰ غرض کی تکمیل ہو گئی اور وہ کام جس کے

حصول کے لئے رشیوں نے ریاضت اور نفس کشی کی تعلیم دی۔ جس نے مضبوط اور مستقل خیال بن کر سنتوں اور مہاتماؤں کو ویراگ اور ابھیاس کا دل دادہ بنایا وہ کام اس پریم والے نے پورا کیا۔

کبیر صاحب فرماتے ہیں:۔

پریم بھاؤ اک چاہئے بھیس انیک بنائے
چاہے گھر میں باس کر چاہے بن میں جائے
جوگی جنگم سیوڑا سنیاسی درویش
بنا پریم پہنچے نہیں۔ دُرلبھ ستگرو دیس

مہرشی نارد اپنی بھگتی سوتر نامی کتاب میں لکھتے ہیں: "ایشور کے گھنے پریم کا نام بھگتی ہے۔ جب انسان اس بھگتی کا وارث بن جاتا ہے۔ وہ سب کو پیار کرتا ہے۔ اور کسی سے نفرت نہیں کرتا اور وہ ہمیشہ کے لئے سنتوشی اور سُکھی بن جاتا ہے۔ اس پریم سے کسی دنیاوی مفاد کی اُمید نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ جہاں دنیاوی اغراض اور مقاصد رہتے ہیں۔ وہاں بھگتی پیدا ہی نہیں ہوتی۔

جہاں باج[1] باسا[2] کرے پنچھی[3] رہے نہ کوئے
پریم بھاؤ پرکاشیا[4] سب کچھ گیا بگوئے[5]

نارد کہتے ہیں۔ "بھگتی کرم سے بڑی ہے۔ یوگ سے بھی بہت بڑی ہے۔ کیونکہ یہ سب کسی نہ کسی غرض کو نگاہ کے سامنے رکھ کر کئے جاتے

---

[1] باز۔ [2] قیام۔ [3] پرند۔
[4] ظاہر ہؤا۔ [5] غائب ہو گیا۔

ہیں۔ لیکن بھگتی آپ اپنا پھل ہے۔ وہی مقصد ہے۔ اور وہی مقصد کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ اور وہی پھل ہے۔ بھگتی ہمیشہ بےغرضانہ ہوا کرتی ہے۔ جب تک غرض ہے۔ بھگتی نہیں ہو سکتی ؎

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد

کبیر صاحب کا کلام ہے:-

بھگتی پران سے ہوت ہے من دے کیجے بھاؤ
پرمارتھ پرتیت میں یہ تن جائے تو جاؤ

جب انسان کے دل میں بھگتی کا بیج پیدا ہوتا ہے۔ اُسی وقت اُس کے سامنے زندگی اور موت کا سوال ہمیشہ کے لئے حل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ لافانیت سے خود بخود ہمکنار ہو جاتا ہے۔ اور موت کی تکلیف اُس کو نہیں ستاتی۔ اس میں اصلی زندگی آجاتی ہے۔ کیونکہ وہ جو جانوروں کی جان پرانوں کا پران۔ آتماؤں کا آتما۔ روحوں کا روح ہے۔ دنیا کی زندگی جس کا عطیہ ہے۔ جو ہستی مطلق ہے۔ وہ اپنے بھگت کے ہردے میں باس کرنے لگ جاتا ہے۔ وہ سمجھ جاتا ہے۔ موت کیا چیز ہے۔ اور پھر بےخوف و بےباک ہو کر لا موت بن جاتا ہے ؎

چڑھا منصور سولی پر پکارا عشق بازوں کو
یہ اس کے بام کا زینہ ہے آئے جس کا جی چاہے

ہمارے یہاں کے سادھو۔ بھگت۔ مہاتما۔ رشی منی ہمیشہ سے اسی بھگتی کے راگ الاپتے رہے۔ کبیر۔ نانک۔ تلسی داس۔ سور داس یہ سب اسی گیت کو گایا کئے ہیں۔ قدما میں شانڈلیہ یا نارد جنہوں نے ویاس کے برہم سوتر کی شرحیں لکھی ہیں۔ اور جو ظاہرا گیان کا

کے زبردست حامی تھے۔ اس بھگتی کے متعلق واضح پیرایہ میں تائیدی
خیالات ظاہر کئے ہیں۔ یہ دونو ٹیکا کار ویدانت کی فلاسفی پر بحث
کرتے کرتے جب اُپاسنا کے بیان میں آتے ہیں۔ اپنی خشک بدمزگی کو
بھول جاتے ہیں۔ اور پریم کے ترنگ میں مست ہو کر اُسی کا گیت گانے
لگ جاتے ہیں۔

اصل میں گیان اور بھگتی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ بعض لوگ
غلطی سے سمجھتے ہیں۔ کہ ان کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ ہے۔ مگر
یہ دونو ایک ہی منزل پر پہنچاتے ہیں یہی حال راج یوگ کا بھی ہے۔
وہ بھی اس کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

بھگتی کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ وہ پرماتما کے حاصل ہونے
کا سہل ترین ذریعہ ہے۔ اور بہت آسانی کے ساتھ بلا دقت انسان اپنے
معراج کو حاصل کر لیتا ہے۔ مگر جہاں بھگتی کا یہ روشن پہلو ہے اُس
کے ساتھ اس کا ایک تاریک پہلو بھی ہے۔ بھگتی اگر اعلیٰ قسم کی نہیں
ہے۔ تو وہ سفلی جذبات کی کبھی کبھی محرک ہوتی ہے۔ اور اس قسم کی
بھگتی بسا اوقات خوفناک و عبرتناک صورت اختیار کر لیتی ہے۔ ہندو
ہوں یا مسلمان۔ عیسائی ہوں یا یہودی۔ ان سب کے زمرہ میں
زیادہ تعداد ایسے رنگروٹوں کی داخل ہوتی ہے۔ جو اپنے آپ کو
افضل اور دوسروں کو ارذل سمجھتی ہے۔ اور چونکہ یہ بھگتی
کے اصلی بھاؤں سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ اُن کے درمیان
اکثر ناخوشگوار اور ناخوشنما نظارے دیکھنے میں آتے ہیں۔ جو بھگتی کے
دامن پر بدنما دھبے بن کر دکھائی دیتے ہیں۔ باہمی ناچاقی۔ بغض و حسد

فریب و جعل۔ کون سے کام ہیں۔ جن کے کرنے سے پرہیز کیا جاتا ہے؟ ہم یہ نہیں کہتے۔ کہ ان میں بھگتی نہیں ہے۔ مگر اس بات کے کہنے سے رُک نہیں سکتے۔ کہ ان میں اگر بھگتی ہے تو صرف سفلی درجہ کی اور غیر مکمل ہے۔ شوہر بھی تو اپنی استری کو پیار کرتا ہے۔ مگر اعلےٰ درجہ کی بھگتی میں پریم ہی پریم رہتا ہے۔ کیونکہ اس کا معراج اعلےٰ ہے۔ اور جس معبود کی بھگتی کا دم بھرا جاتا ہے۔ وہ بھگت کی نگاہ میں مکمل ہے۔ پھر کیوں اس میں خرابیاں پیدا ہونے لگیں۔ جب تک بھگتی پوری نہ ہو۔ اور پریتم کا پریم مکمل نہ ہو۔ جب تک دل کی تمام قوتیں اُس مقدس و پاک مرکز کے ارد گرد چکر نہ لگائیں۔ تب تک وہاں اصلی بھگتی کا نام لینا گناہ ہے۔ اس قسم کی بھگتی کو سنسکرت میں نشٹھا کہتے ہیں۔

ایک نام کو جان کر دوجا دیئے بہائے
جپ۔ تپ۔ برت۔ سنجم نہیں ستگو چرن سمائے

اس کے بغیر بھگتی پوری نہیں ہوتی۔ اگر یہ نہیں ہے۔ تو نیک اور پاک جذبات کے اُبھرنے کا بھی موقع نہ ملیگا۔ تمام مذہب۔ تمام پنتھ تمام جماعت۔ تمام مذہبی گروہ نے اپنے اپنے خیالات کے بموجب اپنا آئیڈیل بنا رکھا ہے۔ اُسی کا اُن کو پریم ہے۔ اُسی کے تعشق کا دم بھرتے ہیں۔ مگر چونکہ وہ معراج مکمل نہیں ہے۔ ایشور کی بابت اُن کا آئیڈیل غیر مکمل ہے۔ اس لئے جب کبھی کسی کو اپنے خیالات کا مخالف پاتے ہیں۔ فوراً آستین سنبھال کر لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک راز ہے۔ جو ہر مذہب والے کے سمجھنے و غور کرنیکے قابل

لہ یہ پیار نیچے درجہ کا ہے۔ اس لئے اس میں حسد و بغض۔ خوف موجود ہوتا ہے؛

ہے۔ ہم اس کے بھی مخالف نہیں ہیں۔ کیونکہ دنیا میں خیالات۔ عقائد۔
سمجھ بوجھ سب کے طبقات جداگانہ ہیں۔ یہ بھی مذہب والے ہیں۔ مگر یہ
زیادہ تر اُس کتے کے مشابہ ہیں۔ جو اپنے مالک کے اسباب کی
نگرانی بڑے شد و مد سے کرتا ہے۔ اور کسی کا اعتبار نہیں کرتا۔ کتے کی
مشابہت پر کسی کو ناراض نہ ہونا چاہئیے۔ اس میں بھی پریم ہوتا ہے
اس میں نشو و نما یافتہ عقل نہیں ہے۔ اس میں صرف فعل حیوانی ہے
مگر پھر بھی بعض بعض ناسمجھ آدمیوں کے مقابلہ میں کتے کی عقل ہزارہا
درجہ بہتر پائی گئی ہے۔ کیونکہ کتے کا مالک چاہے۔ جب بھیس بدل کر
آئے۔ کیسا ہی رنگ برنگ کا لباس کیوں نہ پہن لے۔ مگر کتا کبھی
اس کے پہچاننے میں غلطی نہ کریگا۔ مگر انسان کا کیا حال ہے۔ متعصب
اور کٹر آدمی کی عقل و تمیز اُسی وقت جاتی رہتی ہے۔ جہاں کسی نے ایشور
کو ایک دوسرے معنی میں تاویل کرنا شروع کیا۔ وہ ایشور ہی ہے۔
جس کو ایک بچہ رام رام کرتا ہوا آسمان کے بلند طبقہ پر بیٹھا ہوا سمجھتا ہے۔
وہ ایشور ہی ہے۔ جس کو اُپاسک محیط کل سمجھتا ہوا باپ اور ماں کے
پیارے خطابات سے مخاطب کرتا ہے۔ وہ ایشور ہی ہے۔ جس کو ہر جگہ
حاضر و ناظر جان کر ایک ویدانتی نراکار۔ غیر شخصیت والا۔ غیر مجسم مالک
کل مان رہا ہے۔ بات ایک ہے۔ طرز اظہار میں اختلاف ہے۔
اختلاف ہونا چاہئے۔ کیونکہ سب کے عقلی طبقات جداگانہ ہیں۔ سب
نے اپنے خیال کے موافق اس کو طرح طرح کا لباس پہنا رکھا ہے۔
اور اپنے اپنے عقیدہ کے موافق مان رکھا ہے حالانکہ کہنے والے
بہ آواز بلند کہہ رہے ہیں کہ

اے برتر از تصوّر و وہم و گمان و فہم
از ہر چہ دیدہ ایم شنیدہ ایم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اوّلِ وصفِ تو ماندہ ایم

مگر متعصب اور کٹّر آدمی سننا نہیں چاہتا۔ کہ کوئی اِس کے اپنے خاص عقائد کے برخلاف کوئی لفظ زبان سے نکالے۔ ایک بات یہ ہوئی۔ دوسری یہ ہے۔ کہ وہ ایسے آدمی کی بات جو اُس کے اپنے فرقے کا نہیں ہے سننا نہیں چاہتا۔ اس کی نگاہ کے سامنے سچائی اور جھوٹائی کا سوال نہیں ہے۔ سوال صرف یہ ہے۔ کہ بات کرنے والا کون ہے؟ وہ شخصیت کا اِس قدر پابند ہے۔ کہ اس سے زیادہ اِن کی نگاہ بھی نہیں جاتی۔ وہ اپنے طور پر نیک ہے۔ مہربان ہے سچا ہے۔ ایماندار ہے۔ اپنے ہمخیال آدمیوں کے ساتھ اِس کا برتاؤ بہت اچھا ہے اپنے ہمخیال والوں کو پیار بھی کرتا ہے۔ لیکن جہاں اس نے کسی شخص کو اپنے مذہب۔ دائرہ قومیت وغیرہ سے باہر دیکھا۔ وہ خراب سے خراب اور بدتر سے بدتر کام کرنے سے نہ رک سکیگا۔ یہاں تک کہ اپنے مجرم ہمخیال کے بچانے اور دوسروں کو پھنسانے کے لیئے وہ جعل بناویگا بنوادیگا۔ جھوٹی شہادت دیگا۔ دلوائیگا۔ حلف اُٹھائیگا۔ اُٹھوائیگا۔ مگر پھر بھی وہ دین دار ہے۔

یہ فرقہ الیشور کے آیڈیل کے مکمل و غیر مکمل ہونیکی وجہ سے ہے جن کا آیڈیل مکمل ہے۔ وہ سب الیشور کی اولاد سمجھتے ہیں۔ اور سب کو اپنے اپنے عقائد کے بموجب اُسی کا پرستار خیال کرتے ہیں مگر متعصب

اور کمتر آدمی کی یہ حالت نہیں ہے۔ اور صریحی اور بدیہی دلیل اس بات کی ہے۔ کہ وہ اب تک مذہب کے غیر مکمل طبقہ میں نشست کرتا ہے +

مگر یہ خطرات بھی صرف بھگتی کے ابتدائی درجہ میں رہتے ہیں۔ جسکو گون गौण بھگتی کہتے ہیں۔ جب بھگتی پختہ ہو جاتی ہے۔ اُسکو اصلی یا پرا पापरा. بھگتی کہتے ہیں۔ بھگتی کی پختگی کی حالت میں پھر ان خطرات و خدشات کا خوف نہیں رہتا۔ کٹرپن اور تعصب کی جڑ خود بخود کٹ جاتی ہے۔ کیونکہ وہ روح جو اس طرح بھگتی کے زیر اثر آ جاتی ہے وہ ایشور سے اتنی قریب آ جاتی ہے۔ کہ پھر وہ نفرت اور دویش کے پھیلانے کا آلہ نہیں بن سکتی۔ جہاں پرکاش ہوا۔ اندھیرا خود بخود دور ہو جاتا ہے

ایک صوفی اپنی کتاب میں ایک قصہ بیان کرتا ہے۔ ایک گڈریہ جنگل میں بھیڑ بکریوں کو چراتا ہوا دوپہر کے وقت تمازت آفتاب سے پریشان ہو کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ وہ دل کا نیک تھا۔ ایشور کا خیال دل میں پیدا ہوا۔ اور وہ مجذوب کی طرح بکنے لگا۔ "اگر میں تجھ کو پا جاؤں۔ تو خوب دودھ اور پنیر کھلاؤں۔ بیمار ہو تو تیرے لیے دوا لاؤں۔ تیرا پاؤں دباؤں اور خوب کمل اور چادر سے ڈھک دوں" موسےٰ نبی کا ادھر سے گذر ہوا۔ بولے "اے کافر! کیا بکتا ہے۔؟ کیا ایشور کبھی بیمار ہوتا ہے؟ کیا وہ دودھ پی سکتا ہے؟ یہ کلمۂ کفر ہے اس سے وہ ناراض ہوتا ہے۔" ناراضگی کا لفظ سننا تھا۔ کہ گڈریا کا دل کانپ اٹھا۔ اس نے سادگی سے پوچھا "کیوں موسےٰ! کیا میں نے پاپ کیا؟" موسےٰ نے کہا "ہاں تو نے سخت گناہ کیا۔ ایشور کی شان میں ایسے کلمے نکالنا سخت گمراہی اور گناہ ہے۔" سادہ لوح

گڈریا ڈرا۔ اور روتا ہوا جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ اُسی وقت موسیٰ پر عتاب
الٰہی نازل ہوا۔ صدا آئی "تو نے ہمارے بھگت کو ہم سے
علیحدہ کر دیا ہے

تو برائے وصل کردن آمدی — نے برائے فصل کردن آمدی

موسیٰ نے معذرت کی اور کہا "خداوند! وہ شریعت کے برخلاف
کلمے کہہ رہا تھا" پھر آواز آئی:۔

موسیا آداب داناں دیگر اند — سوختہ روح درداناں دیگر اند

موسیٰ معافی مانگ کر اُس گڈریے کی تلاش میں نکلے۔ وہ ایک درخت
کے تلے بیٹھا تھا۔ چہرہ سے بشاشت کا اظہار ہو رہا تھا۔ موسیٰ نے
کہا "اے گڈریے! تو جو کچھ کہتا تھا۔ صحیح تھا۔ اُسی طرح تیرے
کہنے سننے سے ایشور راضی ہوتا ہے" وہ ہنسا۔ اور سنجیدگی سے
جواب دیا "وہ ابتدائی حالت تھی۔ گذر گئی۔ اب اور حالت ہے" بات
یہ ہوئی۔ اب وہ راز حقیقت سے آشنا ہو گیا تھا۔ اور اس کا دل
پرماتما کی مہربانی کا مصدر اور مظہر بن چکا تھا۔ اس طرح گون بھگتی
پرا بھگتی میں مکمل ہوتی ہے:

یہ ایک قصہ ہے۔ قصوں کی غرض صرف مثال دے کر اصلیت
سمجھانے کی ہوتی ہے۔ اور اس میں قریب بہت سی باتیں غور
کرنے سے معلوم ہو سکیں گی۔ اس لئے ہم یہاں خود زیادہ صراحت کرنا
مصلحت نہیں سمجھتے:

اس زندگی میں یہ بہت کم آدمیوں کے حصہ میں آتا ہے۔ کہ وہ اپنی
سمجھ بوجھ کی اعلیٰ تکمیل کر سکیں۔ کیا اچھی بات ہوتی۔ اگر سب اعلیٰ خیال اعلیٰ

چلن اور اعلیٰ جذبات کے ہوتے۔ اگر یہ حالت ہوتی تو یوگ گیان اور بھگتی
سب مل کر خوبصورت شکل میں ظاہر ہوتیں۔ پرند کے اُڑنے کے لئے
تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ دو پر اور ایک دُم۔ یہ جو کشتیاں تم
دیکھتے ہو۔ پرندوں کے جسم کے موافق بنائی گئی ہیں۔ اُن میں دو ڈانڈ
اور ایک پتوار ہوتا ہے۔ جس سے کشتی کو مختلف سمتوں میں متحرک
کر سکتے ہیں۔ پرندوں میں بھی اُن کی دُم یہی کام دیتی ہے۔ بھگت کا ایک
پر گیان ہے۔ دوسرا بھگتی ہے۔ اور یوگ دُم ہے۔ جو اُس کے سادھنے
کا کام دیتا ہے۔ اور دونو کو برابر کی حالت میں قائم رکھ کر پرماتما کی طرف
اُڑنے کا سہارا دیا کرتا ہے۔ جن میں یہ تینوں باتیں موجود ہوں۔ اُن کا کیا
کہنا ہے۔ اُن کا تمام کام ٹھیک اور درست رہیگا۔ لیکن اگر ایسی حالت نہ
ہو۔ تو صرف بھگتی کو لے لو۔ اور اُس بھگتی کے خیال کے نشوونما
میں ساری کمی کے پورا ہونے کا موقع ملے گا۔ اس کو ہمیشہ یاد رکھو
روح کو ترقی کے لئے ابتدا میں چند خاص قسم کے عمل و شغل کی ضرورت ہوا
کرتی ہے۔ مگر یہ صرف سادھن ہیں۔ خود مقصد نہیں ہیں۔ اور جہاں
انسان کے روحانی مرحلے طے ہونے شروع ہو گئے۔ پھر ان کی اُس
قدر ضرورت نہیں رہتی +

گیان اور پریم کے آچاریوں میں بھگتی کے متعلق صرف جزوی
اختلاف ہے۔ دونو بھگتی کی اہمیت۔ ضرورت۔ اور طاقت کو تسلیم
کرتے ہیں۔ گیانی کہتے ہیں۔ بھگتی موکش کا سادھن ہے بھگت اسکو ودّو
بتاتے ہیں۔ یعنی وہ سادھن بھی ہے۔ اور موکش بھی ہے۔ ہماری سمجھ
میں اس میں بہت فرق نہیں ہے۔ دراصل جب بھگتی کو ذریعہ یا

ساادھن مانا جاتا ہے۔ اس وقت یہ اُپاسنا کی سفلی صورت ہے۔ اور جب یہ اُونچے درجہ کی ہو جاتی ہے۔ پھر بھگت سے اس کی علیحدگی کبھی نہیں ہوتی۔ اور یہ سفلی و علوی ہر دو قسم مل کر ایک نرالی خوبصورتی پیدا کرتی ہیں۔ جس کا صرف سوچنے اور غور کرنے سے تعلق ہے ہر شخص اپنے خاص طریقہ عبادت پر زیادہ زور دیتا ہے۔ اس کی سمجھ میں صرف اس کی اُپاسنا کا طریقہ ٹھیک ہے۔ مگر وہ بھول جاتا ہے۔ کہ سچی بھگتی کے ساتھ ساتھ سچے گیان کا بلا خواہش حاصل ہو جانا امر لازمی ہے۔ اور اس سچے گیان سے سچی بھگتی جدا نہیں ہے۔

اس بات کو اپنے ذہن میں رکھ کر دیکھو۔ ویدانت شوتر کے ٹیکا کار کیا کہتے ہیں۔ ویدانت میں ایک سوتر آتا ہے ؎

तितसक्रदषदेपृा اس کی تشریح میں سوامی اس طرح لکھتے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں۔ وہ راجہ کا بھگت ہے "وہ گورو کا بھگت ہے۔ یہ بات اس کی نسبت کہی جاتی ہے۔ جو اپنے گورو کی پیروی کرتا ہے۔ اور وہ کیوں ایسا کرتا ہے۔ کیونکہ اس کی نگاہ کے سامنے ایک خاص مقصد رہتا ہے۔ اسی طرح لوگ کہتے ہیں۔ پیار کرنے والی عورت اپنے پتی کا دھیان کرتی ہے۔ یہاں بھی ایک خاص قسم کے علی التواتر سمرن سے مراد ہوتی ہے۔ شنکر کے موافق یہ بھگتی ہے ؎

دھیان بھی دراصل کسی چیز کا لگاتار سمرن ہے۔ جس کا سلسلہ کبھی ٹوٹتا نہیں۔ جیسے ایک گھڑے سے دوسرے گھڑے میں تیل کی دھار بندھ جاتی ہے۔ جب اس قسم کے سمرن کی طاقت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس وقت تمام بندھن ٹوٹ جاتے ہیں۔ شرتی میں جہاں

کہیں لگاتار سمرن کرنے کا ذکر آیا ہے۔ وہاں اسی طرح کے سمرن کو نجات کا ذریعہ مانا گیا ہے۔ اس قسم کا یاد کرنا (سمرن کرنا) دیکھنا ہی ہے کیونکہ دونو سے ایک ہی مُراد لی جاتی ہے۔ جب وہ جو دور و نزدیک ہے دیکھ لیا جاتا ہے۔ من کے سارے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں۔ بھرم اور سنشے مِٹ جاتے ہیں۔ اور کرم کے تمام پہلوؤں کا ناش ہو جاتا ہے۔ (وہ جو نزدیک ہے دیکھا جا سکتا ہے۔ وہ جو دُور ہے یاد کیا جا سکتا ہے) تاہم شرتی کہتی ہے۔ کہ ہم کو دیکھنا ہے۔ جو دُور بھی ہے۔ اور نزدیک بھی ہے۔ اس سے یہ مُراد ہے۔ کہ دیکھنا اور سُننا یہاں ایک معنی رکھتے ہیں۔ یہ بار بار کا سمرن اُسی درجہ کی فضیلت رکھتا ہے۔ جیسا آنکھوں سے دیکھنا۔ بار بار سمرن کا کرنا ہی پرستش ہے۔ شرتی یا دوسری مقدس کتابوں میں اسی کا نام پرستش کہا گیا ہے۔ اسی وجہ سے شرتی میں سمرتی شکتی یعنی قوّت یادداشت کو موکش کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ اس آتما کو مختلف ودیاؤں سے پہنچنا مشکل ہے۔ بدھی اس تک جاتی ہے۔ نہ محض ویدوں کے مطالعہ سے وہ ملتا ہے۔ جس کو یہ آتما پسند کرتا ہے۔ اس کو آتما کا ساکشات کار ہوتا ہے۔ اور اُسی پر یہ آتما اپنا اظہار کرتا ہے۔ یہ اُپنشد کا کلام ہے۔ یہاں اِس بات کے کہنے کے بعد کہ محض سُننے سوچنے اور دھیان سے آتما نہیں ملتا یہ کہا گیا ہے۔ کہ جس کو آتما پسند کرتا ہے۔ اُس کو آتما ملتا ہے۔ جو کوئی آتما کو سرب انگ سے پیار کرتا ہے آتما اُسی کو حاصل ہوتا ہے۔ آتما بھی اس کو پیار کرتا ہے۔ اور اس پیار اور بھگتی کی وجہ سے پرماتما کی دیا آتی ہے۔ بھگوان کرشن نے گیتا میں کہا ہے ”جو لوگ مجھ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور

بھگتی و پریم سے میری پرستش کرتے ہیں۔ میں اُنکی قوت ارادی میں ایک کشش پیدا کرتا ہوں۔ جس کی وجہ سے وہ مجھ تک آ جاتے ہیں"۔ اس لیئے کہا گیا ہے جس کو بار بار یاد کرنے کی عادت ہے۔ جو ہمیشہ سمرن کیا کرتا ہے جسکو سمرن سے پیار ہے۔ اس لئے یہ سمرن دیکھنے کے برابر ہے۔ کیونکہ سمرتی سنگتی سے وہ پرماتما کا پیار اپن کر اس تک رسائی پیدا کرتا ہے۔ یہ بار بار کا سمرن بھگتی کہلاتا ہے

سوامی رامانج نے بھی برہمنہ سوتر کی شرح میں یہی الفاظ استعمال کئے ہیں۔

پتنجلی کے یوگ سوتر میں ایک جگہ ایشور پرندھان کی شرح کرتے ہوئے راجہ بھوج نے اپنی ورتی میں اس طرح لکھا ہے "پرندھان اس قسم کی بھگتی ہے۔ جسمیں نہ پھل کی خواہش رکھتے ہوئے۔ بھوگ بلاس کا خیال نہ کرتے ہوئے۔ سارا کرم پرماتما کے چرنوں میں ارپن کیا جاتا ہے جو تمام گوروؤں کا گورو ہے"۔ اسی طرح بھگوان ویاس پرندھان کی صراحت میں فرماتے ہیں "وہ یہ اس قسم کی بھگتی ہے۔ جس کی وجہ سے یوگی کو پرماتما کی دیا پراپت ہوتی ہے اور وہ اپنی کامنا کو پوری کر لیتا ہے"۔ سانڈلیہ کی رائے میں "بھگتی ایشور کے گہنے اور گہرے پریم کا نام ہے"۔ لیکن بھگتی کی سب سے زبردست اور مکمل تعریف بھگتوں کے سرتاج پرہلاد نے کی ہے۔ وہ کہتا ہے "پربھو! جس مضبوط اور سچے پریم سے نادان اور جاہل لوگ دنیا کے عارضی سکھوں کی خواہش کرتے ہیں۔ ویسے میں تیرا سمرن کیا کروں اور وہ گہرا پریم نہ کبھی کم ہو۔ نہ زائل ہو۔ نہ ضائع ہو۔ میرا دل ہر وقت اور ہمیشہ تیرے چرنوں میں لین رہے"۔ پریم کس کا پریم۔ ایشور کا پریم۔ سوائے

ایشور کے پریم کے اور کسی پریم کو بھگتی نہیں کہتے ۔ سوامی رامانج آچاریہ اپنے
شری بھاشیہ میں کسی قدیم آچاریہ کے قول کا حوالہ دیتے ہوئے اسطرح کہتے ہیں۔
"برہما سے لیکر گھاس کے تنکے تک سب جنم اور مرن کے غلام ہیں ۔ جو
ان کے کرموں کا نتیجہ ہے ۔ اس لئے ان میں سے کوئی چیز بھی (یعنی برہما سے
لیکر گھاس کے تنکے تک) دھیان کے یوگ نہیں ہے ۔ نہ اُن سے دھیان
میں مدد مل سکتی ہے ۔ کیونکہ ان سب میں اگیان ہے ۔ اور سب ناشمان
اور بدلنے والی ہیں ۔ سانڈلیہ کے متعلقہ لفظ "اتو رکت" کی ٹیکا کار سوپنیشور
اس طرح ٹیکا کرتا ہے ۔ اتو ۔ پیچھے رکتی ۔ پریم ۔ یعنی جو پریم گیان کے بعد
آتا ہے ۔ وہ بھگتی کہلاتا ہے ۔ ورنہ لڑکے بالے جورو خاوند کے پریم کے
لئے بھی بھگتی کا لفظ استعمال کیا جاسکیگا ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بھگتی
من اور بدھی کی لگاتار کوششوں کا سلسلہ ہے ۔ جو ایشور کی تلاش میں
معمولی بھجن اُپاسنا اور پوجا پاٹ سے شروع ہوتی ہے ۔ اور ایشور
کے گہرے لازوال اور غیر فانی پریم میں ختم ہوتی ہے ۔

اس آرٹیکل میں سوامی ویویکانندجی کی تحریر کا زیادہ حصہ شامل کرلیا
گیا ہے ۔ تاکہ پڑھنے والے نفس مطلب کو سمجھ سکیں ۔

باب دوم

ایشور بھگتی کے سادھن

بھگتی کی اعلیٰ تعریف شاید یہ ہوگی "جو پریم متنیہ اندریوں کے وشیوں

سے رکھتا ہے۔ وہی مجھ کو تیرے چرنوں میں پراپت ہو۔ تیرے پریم کا ساتھ میرے
من سے کبھی دور نہ ہو۔" دیکھو انسان کو لذات نفسانی زر لباس جورو لڑکوں کی
محبت اور خواہش کس زور کی ہوتی ہے۔ اور ان کے ساتھ اُن کا تعلق کیسا
زبردست رہتا ہے۔ اسی وجہ سے اوپر کی دعا میں رشی پرماتما کے چرنوں میں
پرارتھنا کرتا ہے۔ کہ "یہی تعلق یہی لگاؤ میرا تیرے ساتھ ہو۔" اسی
تعلق اور اسی پریم کو بھگتی کہتے ہیں۔ بھگتی برباد کن حالت نہیں ہے۔ وہ
تعلیم دیتی ہے۔ جو چیزیں۔ جو حواس۔ جو ذہنی قوتیں ہم کو ملی ہیں۔ بیفائدہ
اور فضول نہیں دی گئیں۔ اور جب انسان قدرتی طور پر ان سے کام لیتا
ہے۔ نجات اُس کے حصہ میں آتی ہے۔ بھگتی رُکاوٹ نہیں ہے۔ نہ وہ
قدرت کے راہ میں مزاحمت ہے۔ وہ دل کو خاص قسم کی مضبوط یکسوئی
و یکرُخی کی طاقت بخشتی ہے۔ دیکھو ہم کو اندریوں کے وشئوں سے
کیسا گہرا پیار ہوتا ہے۔ اور ہم اس پیار کرنے سے باز نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ
ہم ان کو اصلی اور صحیح خیال کرتے ہیں۔ عام طور پر علوی باتوں میں ہم کو اصلیت
نظر نہیں آتی۔ لیکن جب کسی وجہ سے انسان کی نگاہ اندریوں کے طبقہ سے
اونچی چلی جاتی ہے۔ اُس کو اصلیت کا پتہ مل جاتا ہے۔ اور وہ
اپنے پریم کو ایشور کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ اور جب یہ اندریوں کے
وشئیوں کا مضبوط پریم ایشور کے حوالہ کر دیا جاتا ہے۔ تب ہی اُس کو
بھگتی کہتے ہیں۔ رامانج اچاریہ کے کلام کے بموجب ہم جو کچھ کرم دھرم
کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ وہ اس گہری بھگتی کی تیاری کے زینے
اور ذریعے ہیں۔

ان میں سے پہلی چیز بویک ہے۔ رامانج کی تحریر کے موافق خورش

وغذا کے معاملہ میں سچی تمیز سے کام لینا یوگ کہلاتا ہے۔ جو طاقتیں ہمارے
جسم و دل و دماغ کو میسر ہیں۔ سب غذا سے آتی ہیں۔ ہم اس وقت جو کچھ
ہیں۔ غذا ہی سے بنے ہوئے ہیں۔ غذا نے تبدیلی اختیار کی اور ہمارے
جسم میں قائم ہو کر اس کو ایک سمت یا ایک رُخ کی طرف پھیر دیا۔ ہمارا جسم اور
ہمارا دماغ خاص طور پر اُس غذا سے مختلف نہیں ہیں۔ جن کو ہم کھاتے
رہتے ہیں۔ جس طرح اس مادی دُنیا میں ہم مادہ اور پران کی طاقتوں کو ملے
جُلے دیکھتے ہیں اُسی طرح جسم دل اور خورش کا نمایاں فرق صرف ظاہری
ہے۔ جب یہ بات ہے۔ تو ظاہر ہے۔ کہ اسی خورش کے مادی یا کثیف
ذرات سے ہم اپنے خیالات کا اوزار بناتے ہیں۔ اور اسی غذا کے لطیف ذرات
سے ہم اپنے خیالات بناتے ہیں۔ اور جب یہ کیفیت ہو تو بہ آسانی نتیجہ اخذ کیا
جا سکتا ہے۔ کہ جو غذا ہم کھاتے ہیں۔ اس کا اثر ضرور ہمارے جسم اور دل
و دماغ پر پڑیگا۔ مختلف قسم کی اغذیات سے ہر روز دل میں مختلف قسم کی تبدیلیاں
پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ اور اگر ایک ہی طرح کی غذا کا مساوات رہے تو جسم میں خاص قسم
کی تبدیلی آ دیگی۔ اور دل پر ایسا اثر پڑیگا۔ جو اپنے نتیجہ کے لحاظ سے زوردار ہوگا۔
ہم کو اچھی طرح ذہن نشین کر رکھنا چاہئیے۔ کہ ہم پر جو کچھ مصیبتیں نازل ہوتی ہیں
وہ زیادہ تر ہماری غذاؤں کی وجہ سے ہیں۔ تم دیکھتے ہو کہ شکم سیر ہو کر کھانے کے
بعد تم اپنے دل پر قابو نہیں رکھ سکتے۔ وہ چنچل بن جاتا ہے۔ اور تیز و شوخ گھوڑے
کی طرح چکر لگانا شروع کرتا ہے۔ پھر بعض قسم کے کھانے کی چیزیں
ایسی ہیں۔ جو مزاج کو مشتعل کر دیتی ہیں۔ اگر تم ایسی چیزیں کھاتے
رہوگے۔ تو یاد رکھو۔ طبیعت میں چڑچڑاپن کی عادت آ دیگی۔ اور دل پر
قابو نہ پا سکوگے۔ اگر کوئی شخص شراب پی لے۔ تب اُس کا دل اختیار سے باہر

نکل جاتا ہے۔ یہی حال اور منشی اشیاء کا سمجھ لو۔ راماتج آچاریہ کہتے ہیں ”تین
قسم کے کھانے سے پرہیز رکھنا چاہیئے۔ اوّل غذا حیوانی۔ کیونکہ وہ اصلیت
میں غلیظ اور ناپاک ہے جب تک کوئی شخص مارا نہ جائے۔ تب تک وہ میسر نہیں
آتی۔ ہم کو ایک لمحہ کی خوشی مل جاتی ہے۔ مگر دوسرے مخلوق کو زندگی کی خوشی
سے محرومیت ہوتی ہے۔ نہ صرف اتنا ہی نقصان نہیں ہوتا۔ بلکہ ہم
اور انسانوں کے بداخلاق بنانے کے قصوروار ہوتے ہیں۔ جانوروں کے
ذبح کرنے کے لئے انسان میں ایک قصائیوں کا فرقہ بن جاتا ہے۔ جو یہی
کام کرتا ہے۔ اور سوسائٹی اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ انگلینڈ
میں دستور ہے۔ کسی قصائی کو جیوری یا اسیسر نہیں بنایا جاتا۔ کیونکہ یہ خیال
کرلیا جاتا ہے۔ کہ وہ دل کا بےرحم اور خونی ہے۔ مگر اس قصائی کو کس نے
بےرحم اور قاتل بنایا؟ اگر انسان گوشت نہ کھاتے ہوتے۔ تو دنیا میں قصاب
کیوں ہوتے؟ جو بھگت ہیں۔ وہ کسی حالت میں گوشت کی غذا کو جائز
نہیں سمجھیں گے۔ بھگتی مارگ میں گوشت کھانا حرام ہے۔ اس کے سوا
لہسن اور پیاز خواہ جن چیزوں سے بدبو آتی ہے۔ اس سے بھی پرہیز ہے۔
کئی دنوں کا رکھا ہوا باسی کھانا خواہ جو کھانا بالکل سوکھ گیا ہے۔ یا اس سے
تعفن آتی ہے۔ کبھی نہ کھانا چاہیئے۔ راماتج کے سمپردا میں اسی طرح کی
غذا سے پرہیز کا نام ”جاتی ہے“۔

دوسرا ادو آشرے ”ہے“۔ یعنی اس بات کا بھی غور کرنا ضروری ہے۔
کہ یہ غذا کہاں سے اور کس شخص سے حاصل کی گئی ہے۔ ہندو کبھی غیر
قوموں کے ہاتھ سے کھانا نہیں کھاتے۔ جس طرح چاند اور سورج کے
گرد نور کا ہالہ ہوا کرتا ہے۔ ویسے ہی ہر انسان کے جسم کے گرد خاص قسم

کے انجرات رہا کرتے ہیں - اور جو شخص اس سے چھو جاتا ہے - اُس میں خاص طرح کا اثر پیدا ہوتا ہے - اور وہ اثر مدت تک رہتا ہے - جس طرح بکرے کے جسم سے بدبو خارج ہوتی رہتی ہے - اُسی طرح ہر انسان کے اندرونی عادات و خیالات کے اثرات ان انجرات میں موجود رہتے ہیں - اور جو شخص ان سے ملتا ہے - وہ اس کو چمٹ جاتے ہیں - پس ہم کو دیکھ لینا چاہئے - کہ جو شخص ہمارا کھانا پکاتا ہے - کھانا لاتا ہے - کھانے کو چھوتا ہے - وہ کس طرح کا آدمی ہے - بُرے - بدچلن اور بد اخلاق آدمی کے ہاتھ کا کھانا کبھی نہ قبول کرنا چاہئے - بھگت کو بالخصوص ایسے آدمیوں کے ہاتھ کا کھانا منع ہے - ورنہ اُن کا دل ناپاک ہونے لگیگا ؛

تیسری بات "نمت" ہے - اس کا سمجھنا آسان ہے - گرد و غبار اور کثافت سے کھانے کو پاک رکھنا چاہیئے - جو غذا بازار سے خرید کر لائی جائے - وہ بغیر دھوئے ہوئے استعمال میں نہ آوے - اس میں تین قسم کے نقص ہوتے ہیں - یہ بھی خیال رہے - کہ اس میں کسی کا تھوک شامل نہیں ہے - ایشور نے پانی کثرت سے پیدا کیا ہے - اس سے دھو لو - اور ہمیشہ لب اور زبان کو تو کبھی بلا ضرورت ہاتھ نہ لگایا کرو - منہ کا اور ہونٹوں کا چمڑا بہت باریک و لطیف ہے - جو کچھ بُرا بھلا اثر چھونے کا ہوتا ہے - وہ فوراً جذب ہو جاتا ہے - اس لئے ہاتھوں کو لب و زبان سے بار بار لگانا منع ہے - کسی کا جُوٹھا نہ کھاؤ - اگر کسی نے دانت سے کاٹ کر تم کو آدھا سیب دے دیا ہے - تو اس کو پھینک دو - اپنے منہ میں نہ ڈالو - جو بھگتی کی کمائی کرنا چاہتے ہیں - اور رات دن ایشور کے خیال میں محویت کے خواستگار ہیں - وہ ان باتوں کا دھیان رکھیں ؛

ایک ٹیکا کار کہتا ہے۔ کہ جب لطیف غذا معدہ کے اندر جائیگی۔ لطیف من پیدا ہوگا۔ اور جب لطیف من حاصل ہوگا۔ تب ہی ایشور کا سمرن ہو سکیگا۔ سوامی شنکر آچاریہ اس کے متعلق کچھ اور بھی کہتے ہیں۔ سنسکرت میں جس مادہ سے غذا کا لفظ مشتق ہوتا ہے۔ اس کا مطلب ہے۔ جمع کرنا۔ یا اندر جمع کرنا۔ شنکر سوامی فرماتے ہیں۔ لطیف غذا سے لطیف دل کے پیدا ہونے سے یہ مراد ہے۔ کہ اندریوں کا اُن سے بالکل لگاؤ نہ ہو۔ اگر اندریوں کے بھوگ کے خیال سے غذا کھائی جائیگی۔ تو پھر ویراگ نہ پیدا ہوگا۔ اور ایشور کے ساتھ پریم کی عادت نہ آویگی۔ ہر چیز کو کھاؤ۔ ہر چیز کو سونگھو۔ مگر کسی سے تعلق نہ رکھو۔ کوئی کام اندریوں کے لئے نہ کرو۔ کیونکہ جہاں جہاں اندریوں کا تعلق آجاتا ہے۔ وہاں بندھن آجاتا ہے۔ اور انسان غلام ہو جاتا ہے۔ اگر کسی عورت کو مرد کا بندھن ہے۔ تو وہ عورت مرد کی غلام ہے۔ اِسی طرح مرد بھی عورت کا غلام ہے۔ غلام بننے کی کیا ضرورت ہے؟ دُنیا میں غلام بننے کے سوا بہت سے بہتر اور خوشتر کام بھی ہیں۔ کوئی کیوں کسی کا غلام بنے! ہر شخص سے پریم رکھو۔ ہر شخص کا بھلا کرو۔ لیکن کسی کے غلام نہ بنو۔ کیونکہ اس سے انسان کا اخلاق بگڑ جاتا ہے۔ دوسرے انسان خود غرض ہو جاتا ہے۔ اور ان دونو عیبوں کی وجہ سے ہم اوروں کو مجبور کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور خواہ مخواہ اُن سے اپنے موافق کام کرانے کی خواہش کرتے ہیں۔ اِس دُنیا میں جو بہت سے بُرے کام ہوتے ہیں۔ اِن کے پردہ میں خود غرضی اور تعلق ہی چھپے ہوئے محرک رہتے ہیں۔ ان تعلقات سے پرہیز و اجتناب کرنا ضروری ہے۔ اندریوں کے معاملات میں حسد و بغض نہ ہو۔ حسد

بُرائی و بدی کی جڑ ہے ۔ اس کا مغلوب کرنا بہت مشکل ہے۔ حاسد بنے رہتے ہیں ۔ اور بلاغرض حسد کرتے رہتے ہیں ۔ ہم ایک دُوسرے کے عوض کر گذرتے ہیں ۔ اور نتیجہ دُکھ و مصیبت ہوتا ہے ۔ اور پھر نیکی کے عوض بدی کی طرف رجُوع ہو جاتے ہیں ۔ جس بات سے ہم کو تھوڑی دیر کے لئے جوش آجاتا ہے ۔ اس کو ہم سمجھتے ہیں ۔ یہ اچھا ہے ۔ اور اس کو فوراً ہی کرنے لگ جاتے ہیں ۔ نتیجہ دل خراش ہوتا ہے ۔ یہ بھرم اور دھوکا ہے ۔ اس بھرم میں ہم روزانہ گرفتار ہوتے چلے جاتے ہیں ۔ اور ساری زندگی برباد کر دیتے ہیں ۔ اور جب ہوش آتا ہے دیر ہو جاتی ہے ۔ اور اس کی تلافی نہیں کر سکتے ۔ ہر قسم کے کام جن میں ہم مصروف ہوتے ہیں ۔ اور جن کو ہم اچھا سمجھتے ہیں ۔ کچھ عرصہ کے لئے وہ اندریوں کو خوش کرتے ہیں ۔ بہت دیر بعد جا کر تب اُن کی اصلیت کی سمجھ آتی ہے ۔ شنکر آچاریہ کے خیال کے بموجب جن کاموں سے اندریوں کا تعلق نہیں ہے ۔ بغیر حسد اور بھرم کے ہیں ۔ وہی دراصل غذا ہیں ۔ جب غذا لطیف ہے ۔ جسم لطیف بنیگا ۔ دل لطیف ہوگا ۔ اور اس سے سلسلہ میں ایشور کی اُپاسنا اچھی طرح ہو سکیگی ۔؎

تم غالباً کہوگے ۔ شنکر آچاریہ کی تاویل بہتر ہے ۔ مگر تم کو رامانج کی تاویل کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے ۔ کیونکہ جب ابتدائی زمانہ میں تم غذا کی نسبت ہوشیاری و احتیاط سے برتاؤ کروگے ۔ تو آگے چل کر خود بخود اور مرحلے طے ہو جائیں گے ۔ یہ سچ ہے ۔ دل بادشاہ ہے ۔ مگر دُنیا میں ایسے آدمی کم ہیں ۔ جو اندریوں کے بندھن میں نہ ہوں ۔ تم میں سے کون آدمی

؎ بہر طاعت لقمہ باید حلال ۔ تا بیفزاید ترا ریخ و ملال ؏ (بو علی قلندر)

ہے۔ جو شراب پی کر پاؤں کی لغزش کے بغیر کھڑا ہو سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کوئی بھی نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ابھی تک مادہ کی دُنیا ہم پر حکومت کر رہی ہے۔ اور جب تک مادہ ہم پر اثر انداز رہیگا۔ ہم کو مادّی اشیاء سے ہمیشہ مدد لینے کی ضرورت بھی لاحق رہیگی۔ جب ہم بہت مضبوط ہو جائینگے۔ تب اُس وقت غذا کا اثر ہم پر نہ ہوگا۔ ہم کو راکا نیم کی پیروی کرنی چاہیئے۔ پہلے ہم کو کھانے پینے میں احتیاط ہو۔ ساتھ ہی دماغی خورش کے معاملہ میں بھی بے پروائی نہ کریں۔ مادّی خورش کی احتیاط کرنا آسان ہے۔ مگر دماغی غذا کی فکر بھی لازمی ہے۔ جس وقت روحانی جذبات پیدا ہونگے۔ ہم روحانی طور پر قوی ہیکل ہوتے جائیں گے پھر ایسا زمانہ آویگا۔ جب مادّی اشیاء ہم پر اثر انداز نہ ہو سکیں گی۔ اور پھر غذا بھی اس قدر نقصان نہ کر سکیگی۔ اور چاہے سو ہضمی بھی ہو۔ مگر تم روح کے مقام پر نشست کرتے ہوئے ہونگے۔ تم دیکھتے ہو جب کہ کی ذرہ بھی خفیف بیماری دیوانہ بنا دیتی ہے۔ سب سے بڑا خطرہ یہ ہے۔ کہ لوگ اُچھل کر معراج ہی پر یکبارگی چڑھ جانا چاہتے ہیں۔ مگر اس طرح کی اُچھل پھاند سے گرنے اور ٹانگوں کے ٹوٹ جانے کا خوف رہتا ہے۔ ہم یہاں بندھے ہوئے ہیں۔ اور ہماری زنجیر صرف آہستہ ہی آہستہ ٹوٹیگی۔ اس کا دبویک یعنی غذا کے معاملہ میں تمیز کی حالت کا نام ہے؛

دُوسرے کا نام "وِمکوش" ہے۔ وِمکوش کا مطلب نجات سے ہے۔ جو شخص ایشور کا پریمی ہونا چاہتا ہے۔ خواہشوں سے بچے۔ سوا ایشور کے کسی کی خواہش نہ رکھے۔ یہ دُنیا صرف اس وقت تک اچھی ہے۔ جب تک یہ بلند اور اُونچے طبقات پر چڑھنے کی مددگار ہے۔ اندریوں کے وشئے

وہاں ہی تک اچھے ہیں۔ جہاں تک وہ اعلیٰ اشیاء کے حاصل کرنے میں مددگار ہوتے ہیں۔ ہم اس بات کو ہمیشہ بھول جاتے ہیں۔ یہ دُنیا صرف ذریعہ ہے۔ یہ خود منزل مقصود نہیں ہے۔ اگر یہی منزل مقصود ہوتی تو ہم اس فانی جسم میں ہمیشہ زندہ رہتے۔ اور کبھی نہ مرتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ ہمارے اردگرد روزانہ سینکڑوں و ہزاروں آدمی مرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور پھر بھی نادانی سے ہم خیال کرتے ہیں۔ ہم نہ مریں گے۔ اور غلطی سے اسی زندگی کو سب کچھ سمجھ لیتے ہیں۔ یہ ننانوے ٪ آدمیوں کا حال ہے۔ اس خیال کو فوراً ترک کر دینا چاہیئے۔ یہ دُنیا صرف اتنی ہی اچھی ہے۔ کہ اس کی وجہ سے ہم کو مکمّل ہونے کا موقع ملتا ہے۔ اور جہاں یہ مقصد پورا ہو گیا۔ پھر یہ بات معلوم ہونے لگتی ہے۔ عورت۔ مرد۔ لڑکے بالے۔ روپیہ پیسہ۔ علم و ہنر بھی اُسی وقت تک اچھے ہیں۔ جب تک ترقی کی صورت اِن سے پیدا ہوتی ہے۔ اِس کے بعد وہ بُرے ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی عورت اپنے مرد کو ایشور کے ساکشات کار کرانے میں مدد دیتی ہے۔ وہ نیک عورت ہے۔ و علیٰ ہذا القیاس ؛

تیسری چیز "ابھیاس" شغل کی مشاقی ہے۔ من کو ہمیشہ مجبور کرنا چاہیئے۔ کہ وہ ایشور کی طرف رجوع رہے۔ سوائے ایشور کے اور کسی کو حق نہیں ہے۔ کہ ہمارے دل کے اندر داخل ہو۔ دل کو ہمیشہ ایشور کا خیال ہونا چاہیئے۔ اور اسی کا رات دن ابھیاس کرنا چاہیئے۔ ہم جو کچھ اس وقت ہیں۔ وہ ابھیاس ہی کا نتیجہ ہے۔ اور ابھیاس ہی سے ہم جو کچھ بننا چاہتے ہیں۔ آگے چل کر بنیں گے۔ پس رُخ کے بدلنے کا ابھیاس کرنا چاہیئے۔ یہ سوچ کیا ہم تھوڑی دیر کے لئے یہاں اس لئے آئے ہیں۔

کر روئیں، چیخیں یا چلائیں ۔ اَور دُنیا کے غلام بنے رہیں! یہ نہایت شرم کی بات ہے ۔ مگر پھر بھی ہم اپنے آپ کو آتما کہتے ہیں ۔ اپنی تعریف کی ڈینگ مارا کرتے ہیں ۔ ہم دراصل دُنیا کے غلام ہیں ۔ اَور صرف اندریوں کے بس میں آجانے سے ہماری یہ حالت ہوتی ہے ۔ اب دُوسرا طرف چلو ۔ ایشور کا خیال کرو ۔ دِل کو اجازت نہ دو ۔ کہ جسمانی یا دماغی لذّات کی طرف مائل ہو ۔ صرف ایشور کا دھیان رکھے ۔ جب کسی دُوسری بات کا خیال آوے ۔ فوراً اس کو ایک ضرب لگاؤ ۔ تاکہ بار بار ایشور ہی کا تصوّر کیا کرے ۔ "جس طرح تیل ایک برتن سے دوسرے برتن میں سلسلہ کے ساتھ داخل کیا جاتا ہے ۔ اَور اس سے آواز پیدا ہوتی ہے ۔ اسی طرح من سلسلہ نامنقطع میں ایشور کی طرف رجُوع ہوگا" نہ صرف من ہی کو اِس ابھیاس کے لئے مجبور کرے ۔ بلکہ اندریاں بھی اس شغل کو جاری رکھیں ۔ بالعوض بیہودہ بات سُننے کے ایشور ہی کو سُنتے رہو ۔ بالعوض بیہودہ بات کہنے کے ایشور ہی ایک بات کہتے رہو ۔ بالعوض بیہودہ کتابوں کے پڑھنے کے ہم کو ایسی کتابیں پڑھنی چاہئیں ۔ جن میں ایشور کا ذکر ہو ۔

اس ابھیاس کے جاری رکھنے کے لئے تاکہ ایشور کی یاد کا سلسلہ ہمیشہ قائم رہے ۔ شغل آوازؔ بہترین ابھیاس ہے ۔ بھجن گانا مبارک کام ہے ۔ ناردرشی جو بھگتی کا زبردست معلّم گذرا ہے ۔ اس طرح کہتا ہے "میں نہ تو سورگ میں رہتا ہوں نہ یوگی کے دل میں رہتا ہوں ۔

ؔ باہری دُنیا یہ بھجن گاتے ہیں ۔ اندرونی شغل آواز کی تعلیم رادھا سوامی صاحب کبیر صاحب اَور گورو نانک صاحب کے یہاں جاری ہے ۔

بلکہ وہاں رہتا ہوں ۔ جہاں لوگ میری تعریف کے بھجن گایا کرتے ہیں ۔ علم موسیقی کا دل پر بڑا گہرا اثر پیدا ہوتا ہے ۔ وہ فوراً دل کو یکسو کر دیتا ہے ۔ تم دیکھتے ہو ۔ حیوانی جذبات والے سخت دل جاہل آدمی اپنے دل کو یکسو نہیں کر سکتے ۔ مگر جہاں راگ کی صدا سُنی اُن پر جادو کا اثر پیدا ہو جاتا ہے ۔ کیتے[1] ۔ شیر ۔ بلی ۔ سب پر گانے کا اثر یکساں ہوتا ہے ؏

اس کے بعد کریا کی باری آتی ہے ۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ دوسروں کا اُپکار کیا جائے ۔ ایشور کے سمرن کی عادت خود غرض آدمیوں میں نہیں آتی ۔ ہم جتنا ہی بیغرضانہ ونشکام کرم کریں گے ۔ اور دوسروں کا اُپکار کیا کریں گے ۔ اُتنا ہی دل پاک وصاف ہوگا ۔ اور وہ ایشور کے منن رہنے کے قابل ہوگا ۔ ہمارے مقدس لوشنہ جات میں پانچ طرح کے کرم قابل عمل ہیں ۔ اول مطالعہ یا سوادھیاء ۔ مقدس کتابوں کا پڑھنا سوادھیاء کہلاتا ہے ۔ دوسرے برہم یگیہ ۔ تیسری پتری لوجا ۔ چوتھے بل وشودیو ۔ انسان کا کوئی حق نہیں ہے ۔ کہ وہ صرف اپنے لئے زندگی بسر کرے ۔ اُسے غریب محتاج و جانوروں کی بھی فکر ہونی چاہئے ۔ گرہست کا کام ہی یہ ہے ۔ کہ وہ اپنے ارد گرد کے جانداروں کا بھی خیال رکھے ۔ یہ بل وشودیو ہے ۔ اگر وہ صرف اپنے اور اپنی بیوی کے رہنے کے لئے مکان بنواتا ہے ۔ تو وہ سمجھتا ہے ۔ کہ دُنیا میں صرف دو ہی آدمی ہیں ۔ اور اس لئے وہ ایشور کا پریمی نہیں ہے ۔ یہ خود غرضی ہے ۔ وہ اکیلا ہی کھانا کھائے لوروں

[1] اندرونی راگ باہری راگ سے زیادہ دلکش اور دلفریب ہے ۔ اسی وجہ سے اناہت مارگ کہتے ہیں ۔ مسلمانوں کے یہاں اس کا نام سلطان الاذکار ہے ۔ یونانیوں میں اس کو آسمانی راگ کہا کرتے تھے ۔ اس کی مزید تشریح کے لئے ہمارے سُرت شبد یوگ کے رسالہ کو مطالعہ کرو ۔ (وشیو)

کا خیال رکھے۔ غریبوں کے خیال سے بھی سودا خرید کیا کرے۔ کیونکہ غریب و محتاج بھی ایشور کے پتر ہیں۔ اُن کو دیئے بغیر کھانا کھانا بُرا ہے۔ پانچویں مہمان نوازی جسکو اتتھی یگیہ کہتے ہیں۔ جو کوئی اپنے یہاں آوے چاہیے وہ کوئی بھی ہو اُسکی سیوا کرنی اتتھی سیوا ہے۔ اور کسی قدر اب بھی اس ملک میں اسکا رواج ہے۔

پھر کلیان اور ستیم کا درجہ ہے۔ جو سچا ہے۔ سچائی صرف اُسی کو ملتی ہے اس لئے من سے بچن سے کرم سے انسان کو سچا بننا چاہیئے۔

پھر "آرجوم" ہے۔ یعنی اپنے کاروبار میں راست روی اور آزادی کا برتاؤ کرنا۔ حکمت عملی کی چالاکیوں سے پرہیز رکھنا۔ آریوں کا یہ خاص وصف ہوا کرتا تھا۔ دیا۔ دان۔ اہنسا یہ سب مبارک فعل ہیں۔ جن میں اہنسا سب سے بڑا دھرم ہے۔ دیا کا درجہ بھی اس سے کم نہیں۔ جو دان لیتا ہے۔ چھوٹا ہے۔ جو دیتا ہے بڑا ہے۔ ہندوؤں کے مقدس نوشتہ جات کہتے ہیں۔ فاقہ کشی کی نوبت آ جائے۔ مگر اُس وقت تک برادران کا خیال رہے۔ اسطرح کا دان موکش کا باعث ہوتا ہے۔ جن کے لڑکے بالے ہیں۔ وہ ضرور اُن کا خیال رکھیں۔ مگر پھر بھی دان دیں۔ چونکہ وہ بچوں کا سُکھ بھوگتے ہیں۔ اُس سُکھ کے بھوگنے کے لیئے اُن کو معاوضہ دینا چاہیئے مگر یہ اگر یہاں ہی تک ختم رہا۔ تو خود غرضی میں شامل ہے اور خود غرضی مکروہ ہے۔

پھر انسان کو ہمیشہ آنند چت اور پرسن چت رہنے کی خواہش کرنی چاہیئے۔ محزون و مغموم رہنا دھرم کے برخلاف ہے۔ اس لئے ہمیشہ ہنستے رہو۔ خوشی سے تم جلد ایشور کے قریب پہنچوگے۔ یہ پرارتھنا سے بھی زیادہ موثر ہے۔ مغموم دل والا ایشور پریمی نہیں بن سکتا۔ اس

میں پریم بھگتی پیدا ہو سکتی ہے۔ ایسے آدمیوں کا پریم کا پرچار کرنا فضول بات ہے۔ کٹر اور متعصب آدمیوں کو دیکھو کیسے منہ لٹکائے رہتے ہیں۔ ان کا مذہب صرف لڑنے جھگڑنے کا طریق ہے۔ تواریخ پڑھو۔ سوائے لڑائی بھڑائی کے کٹر آدمیوں سے اور کیا بن آیا؟ یہ وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے دُنیا میں خون کی ندیاں بہائیں اگر ان کو آج اختیار مل جائے۔ تو کل ہی تلوار لیکر گاجر مولی کی طرح آدمیوں کا سر کاٹ ڈالیں کیونکہ اُنہوں نے ایشور کو پریم نہیں بلکہ قہر۔ جبر۔ غصہ اور انتقام سمجھ رکھا ہے۔ کیونکہ قہار و جبار خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ اس لئے اُن میں نام کو بھی رحم نہیں ہے۔ اس لئے یاد رکھو مغموم و محزون نہ بنو۔ خستہ و پیشانی کے بعد ایشور کے بھگت بن جاؤ۔ اگر دل پر غم کا بوجھ ہے۔ اس کو دور کرو۔

کمزور کو کبھی ایشور تک رسائی نہیں ملتی۔ کبھی کمزور نہ بنو۔ مضبوط ہونے کی کوشش کرو۔ تمہارے اندر لامحدود طاقت بھری ہے۔ ورنہ تم کیسے کسی کو فتح کر سکتے؟ اور کیسے ایشور کے مقرب بنتے؟ تاہم زیادہ خوش رہنے کی فکر بھی مضر ہے۔ اُس کو ادھاس کہتے ہیں۔ اس طبیعت کے آدمی شانت چت والے نہیں ہوتے ہمیشہ متلون مزاج رہتے ہیں۔ یا زیادہ خوشی کے بعد رنج کا آنا ضروری ہے۔ رونا اور ہنسنا دو لو حقیقی بھائی ہیں۔ جہاں ایک ہے۔ دوسرا ضرور رہیگا۔ دل کو خوش رکھو مگر شانت بھی بنے رہو۔ وہ اعتدال کے راہ سے بھٹکنے نہ پاوے ورنہ خطرہ میں پڑو گے؛

رامانج کی تعلیم کے موافق یہ بھگتی کے سادھن کئے گئے ہیں؛

باب سوم

ایشور کی بھگتی کیوں کی جائے؟

جن فلاسفروں نے بھگتی کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کئے ہیں۔ وہ سب کے سب متفق الرائے ہیں۔ کہ ایشور کے گہرے پریم کا نام بھگتی ہے۔ مگر انسان کیوں ایشور کے ساتھ پریم کرے۔ ایک ایسا سوال ہے۔ جس کی سمجھ ہر شخص کو نہیں ہوتی۔ اور اب تک ہم کو اس کے حل کرنے کی ضرورت باقی ہے۔ زندگی کے دو مختلف معراج بنائے جاتے ہیں۔ اور چاہے انسان کسی ملک کا رہنے والا کیوں نہ ہو۔ اگر اس میں ذرہ بھی مذہب کا خیال ہے۔ تو وہ شائد اس بات کے تسلیم کرنے سے انکار نہ کرے گا۔ کہ انسان روح اور جسم دونو سے بنا ہوا ہے۔ مگر زندگی کے اصلی مقصد کے سمجھنے میں پھر بھی ان کے درمیان سخت اختلافات ہیں۔ مغربی ملکوں میں بہت لوگ صرف جسم کے معاملات کی بابت غور کرنے کے عادی ہیں۔ ہمارے ملک ہندوستان میں روحانی پہلو کی طرف نگاہ کرنے کی تعلیم بڑے زور و شور سے دی گئی ہے۔ یہ خصوصیتیں ہیں۔ جن سے آپ ایک ہندو کو ایک انگریز خواہ ایک جرمن سے تمیز کر سکتے ہو۔ اگر آپ ان کی زبان کے محاورہ کی طرف توجہ دو۔ تب بھی تم کو یہ خصوصیت نظر آئے گی۔ انگلینڈ میں جب کوئی مرجاتا ہے۔ تو لوگ کہتے ہیں کہ اس نے روح چھوڑ دی" انگریزی میں روح کے لئے Ghost لکھو سٹ

کا لفظ ایسے موقعوں پر استعمال ہو سکتا ہے۔ مگر ہمارے ملک میں جب کوئی مرتا ہے۔ تو عام بول چال میں کہا جاتا ہے۔ "اُس نے چولا بدل دیا یا شریر چھوڑ دیا" انگلینڈ کے محاورہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ جسم ہی انسان ہے۔ جس میں روح ہے۔ مگر ہمارے محاورہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ انسان روح ہے۔ جس کا جسم کے ساتھ تعلق ہے۔ اور وہ وقتاً فوقتاً لباس پوشیدنی کی طرح اُس کو تبدیل کرتا رہتا ہے۔ دیکھو ہماری اور ان کی سمجھ میں کیسے اختلافات ہیں۔ ان ہی اختلافات کی وجہ سے خاص خاص قسم کے مسائل گھڑے گئے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ انسان روح رکھنے والا جسم ہے۔ ان کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اس جسم ہی کو سب کچھ سمجھیں۔ اگر تم ان سے پوچھو کہ انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے تو یہ معاً کہہ اُٹھتے ہیں۔ کھاؤ۔ پیو۔ چین کرو۔ زندگی کے سُکھ لوٹو۔ ملک و دھن بڑھاؤ۔ اپنے عزیز و اقارب کی خوشی کا سامان مہیا کرو۔ اِن کے سوا ان کی نگاہ اور کسی بات پر نہیں جاتی۔ اگر کوئی ان سے کہے۔ کہ لذات نفسانی کے علاوہ بھی اور حالتیں ہیں۔ تو ان کی سمجھ میں بھی نہ آویگا۔ اُن کو اس بات کی فکر لگی رہتی ہے۔ کہ ہائے عمر اتنی کم کیوں عطا کی گئی۔ ورنہ خوب مزے لوٹتے۔ تاہم موت آتی ہے۔ مرنا برحق ہے۔ اتنی خبر رہتی ہے۔ کہ زندگی ہمیشہ کے لئے نہیں ملی۔ لیکن پھر بھی نفسانی و حیوانی جذبات اس قدر منہ زور رہتے ہیں۔ کہ وہ یہاں سے کوچ کر جانے پر بھی یہی سوچتا رہتا ہے۔ کہ مرنے کے بعد اسی دُنیا کی طرح اور جگہ ملے گی۔ جہاں اسی قسم کے خوشیوں کے سامان ملیں گے۔ شراب کباب حور۔ غلمان وغیرہ

یہ اس کے خیال میں موجود رہتے ہیں۔ بات ایک ہی ہے۔ صرف جذبہ ذرا بڑھ جاتا ہے۔ ایسے آدمی ایشور کی پرستش محض اس وجہ کرتے ہیں کہ ایشور اُن کی دانست میں اُن سب نعمتوں کے حاصل کرنے کا یقینی ذریعہ ہے۔ ایسے مذہب والوں کی زندگی کا مقصد لذّات نفسانی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ برعکس اس کے ہم ہندوؤں میں زندگی کا مقصد صرف "ایشور" ہے۔ ایشور سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔" ہندوؤں کی دانست میں لذّاتِ نفسانی اور اندریوں کے بھوگ بلاس کی حالت ایک مرحلہ ہے۔ جس سے گذرنا امر لابدی ہے۔ اگر ان اندریوں ہی کے بھوگ بلاس تک ہماری زندگی کے مقصد کا خاتمہ ہوتا۔ تو نہایت افسوس کی بات ہوتی۔ ہم اپنی روزانہ زندگی میں دیکھتے ہیں۔ جو شخص جتنا ہی لذّاتِ نفسانی میں کم گرفتار ہے۔ اتنی ہی اُس کی زندگی اونچی اور شاندار ہے۔ کتّے کو دیکھو وہ کھا رہا ہے۔ کھانے کا جو مزہ کتّے کو ملتا ہے۔ انسان کو اس کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں ہے۔ سؤر کی طرف نگاہ کرو۔ کس طرح مزے کے ساتھ منہ مار رہا ہے۔ کیا کبھی انسان ایسا کھا سکتا ہے۔ اسی طرح بعض نچلے طبقہ کے جانوروں کی قوّت باصرہ زبردست ہے۔ ان کی خاص خاص اندریاں زیادہ نشو ونما یافتہ ہیں۔ انسان میں یہ بات کہاں ہے۔ وہ ان اندریوں کے مزوں کو خوب بھوگتے ہیں۔ بسا اوقات وہ اتنے مست و بے خود ہو جاتے ہیں۔ کہ تن بدن تک کا ہوش نہیں رہتا۔ انسان کو کبھی اپنی اندریوں کا سُکھ اس درجہ تک حاصل نہیں ہوتا۔ جو شخص نظام ہستی میں جتنا نیچا رہیگا۔ اُتنا ہی اُس کو اندریوں کا سُکھ زیادہ ملے۔

لیکن جس قدر وہ زیادہ ترقی کرتا جائیگا۔ اُسی قدر اُس کا سراج پریم اور شغل و پریم کی ترقی کے ساتھ نفس و حواس کی طاقتیں کمزور ہوتی جائیں گی۔ مثال کے طور پر سمجھو۔ اگر بفرض محال انسان کو طاقت کی ایک مقدار عطا ہوئی ہے۔ اور اس کو جسم۔ دل اور روح پر صرف کرنا ہے۔ اگر وہ ساری طاقت ایک ہی پر صرف کر دیتا ہے۔ تو اور حالتوں میں کمی رہے گی۔ جاہل اور وحشی قوموں کی اندریوں کی طاقت مہذب اور شائستہ آدمیوں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ یہ ایک سبق ہے۔ جو ہم کو تاریخ سے سیکھنا پڑتا ہے۔ جس قدر جو قوم مہذب۔ لطیف اور شائستہ ملے گی۔ اُسی قدر اُس کی جسمانی قوت اور رگ و ریشوں میں ضعف آتا جائے گا۔ کسی وحشی قوم کو شائستہ بنادو۔ اُسی وقت دوسری وحشی قوم آجائیگی اور اس کو فتح کر دے گی۔ اس قسم کی فتوحات ہمیشہ وحشی قوموں کے حصہ میں آتی ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اگر ہم ہمیشہ اندریوں کے سُکھوں کی خواہش کرتے رہیں۔ تو ہم کو یقین کر لینا چاہیئے۔ کہ ہم ایک غیر ممکن حالت کی تمنا رکھتے ہیں۔ اور ہمیشہ وحشی رہنے کے خواہش مند ہیں۔ جو انسان ہمیشہ اندریوں کی لذات کا خواہشمند رہتا ہے۔ اور بہشت میں بھی ان ہی باتوں کی ہوس رکھتا ہے۔ اس کو اصلیت کا علم بالکل نہیں ہے۔ کیونکہ یہ باتیں صرف وحشی پنے کی حالت میں نصیب ہوتی ہیں۔ سور کو کھاتے وقت بالکل یہ خیال نہیں ستاتا۔ کہ وہ غلیظ۔ متعفن چیز کھا رہا ہے۔ اس کا بہشت دراصل اس کی غذا ہے۔ اگر اس کو فرشتوں کی دُنیا کا نظارہ دکھایا جائے تو غالباً وہ اس طرف نگاہ بھی نہ کریگا۔ کیونکہ اس کی ہستی اس کے

کھانے میں ہے ؛

یہی حال آدمیوں کا ہے ۔ سؤر کی طرح وہ بھی اندریوں کے بھوگ کے شیدائی ہیں ۔ اور ان کو اندریوں سے پرے کی چیزیں نظر نہیں آتیں ۔ وہ ہمیشہ اندریوں ہی کے سُکھوں کے متلاشی رہتے ہیں ۔ اور ان کی کمی یا محرومیت کو دوزخ تصور کرتے ہیں ۔ اِس قسم کے آدمی نہ تو ایشور بھگت ہو سکتے ہیں ۔ نہ اس کے پریمی بن سکتے ہیں ۔ انسان ہزار سفلی معراج کی پیروی کرتا رہے ۔ مگر وقت آویگا ۔ اس میں تبدیلی پیدا ہوگی ہر انسان کو سمجھ آجائے گی ۔ کہ اندریوں سے پرے کوئی بہتر و خوشتر حالت بھی ہے ۔ اور رفتہ رفتہ اس کو ان کی ہوس سے آزاد ہونا پڑیگا ۔ جب میں سکول میں پڑھتا تھا ۔ ایک لڑکے سے مٹھائی کے لئے لڑائی ہو پڑی ۔ وہ مضبوط تھا مٹھائی چھین لے گیا ۔ مجھ کو اب تک وہ حالت یاد ہے ۔ میں اِس لڑکے کو بہت بُرا سمجھنے لگا ۔ اور میرے دل میں خیال گزرا ۔ جب میں بڑا ہونگا ۔ تب اس کو سزا دونگا ۔ کیونکہ اس کے قصور کی سزا اتنی ضروری ہے ۔ اس کو پھانسی پر لٹکانا چاہیئے تھا ۔ مگر جب میں بالغ ہوا ۔ اِس کے ساتھ دوستی ہوگئی ۔ اور اب ہم سچے دوست ہیں ۔ اِسی طرح یہ دُنیا کمسن بچوں سے بھری ہوئی ہے ۔ جن کے لئے کھانا پینا مٹھائی شربت وغیرہ ہی اچھی اور اصلی چیزیں ہیں ۔ اگر کوئی ان کو چھین لے ۔ تو گویا ان کی خوشی تک کا خاتمہ ہوگیا ۔ وہ ہمیشہ مٹھائی کا خواب دیکھا کریں گے ۔ اور اپنی آیندہ زندگی کو بھی اُسی کے خیال سے رنگتے رہینگے ۔ اُن کا بہشت حلوائی کی دوکان سے مشابہ ہوگا ۔ جہاں مٹھائی اور پکوان بکثرت موجود ہونگے ۔ اور وہ بلا روک ٹوک خوب آسودہ ہوکر کھاتے رہینگے ۔ امریکہ

کے انڈرین وشواس کرتے ہیں۔ کہ اُن کی آئندہ زندگی ایسے مقامات میں بسر ہوگی۔ جہاں شکار کھیلنے کے سامان بکثرت ہونگے۔ غرض کہ ہر شخص کا بہشت محض اس کی خواہشات کی خیالی عمارت ہے۔ تاہم جس قدر عمر بڑھتی جائیگی۔ اور بھی رُوحانی مناظر نظر آتے جائیں گے۔ اسی قدر ان کو اصلیت کا پتہ لگتا جائیگا۔ آجکل کی نئی روشنی کے دھوکے میں نہ بھُولو۔ گمراہ مُشرک غلطی پر ہیں۔ بھگتوں کو دراصل رُوحانی نظارے نظر آتے ہیں۔ مُشرک بہشت میں جانا نہیں چاہتا۔ کیونکہ اس کے خیال میں بہشت کوئی چیز نہیں ہے۔ بھگت بھی بہشت کا خواہشمند نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ایک طفلانہ کھیل سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ وہ صرف ایشور کو چاہتا ہے۔ ایشور سے بہتر اور کیا چیز ہو سکتی ہے؟ ایشور ہی انسانی زندگی کا مقصد ہے۔ اُسی کو دیکھو۔ اُسی میں سُکھ تلاش کرو۔ ایشور سے بہتر اور کسی چیز کا خیال تک دل میں نہیں آتا۔ کیونکہ ایشور مکمل ہے۔ پریم سے بہتر کوئی چیز نہیں ہوتی۔ مگر اس کا سمجھ میں آنا ذرا مشکل ہے۔ پریم سے دُنیا کی خود غرضانہ محبت مُراد نہیں ہے۔ اس محبت کو پریم کہنا حد درجہ کی گستاخی ہے۔ بچوں اور بیویوں کی محبّت میں حیوانیت کے جذبات کا شمول ہے۔ پریم وہ محبت ہے۔ جس میں خود غرضی و تنگدلی کا نام تک نہیں ہے۔ اور یہ پریم صرف ایشور کے ساتھ ایشور ہی میں ہو سکتا ہے۔ اس کا حاصل کر لینا نہایت ہی مشکل ہے۔ ہم مختلف قسم کے محبت کے درجوں سے گذر رہے ہیں۔ لڑکوں کی محبت۔ ماں باپ کی محبت۔ دوسرے قسم کے تعلقات وغیرہ۔ یہ سب محبّت کی قسمیں ہیں۔ ان سب کی مشاقی

سے پریم پیدا ہوگا۔ مگر افسوس یہ ہے ۔ کہ زیادہ تر انسانوں کا حصہ اپنے
آپ کو ایک چیز یا ایک شخص سے باندھ لیتا ہے ۔ اور ترقی رُک جاتی
جاتی ہے ۔ بعض لوگ اس پھندے سے جلد چھوٹ جاتے ہیں۔ بعض
پھنسے رہتے ہیں۔ انسان ہمیشہ بیوی ۔ لڑکے دولت اور شہرت
کے پیچھے دوڑتا پھرتا ہے ۔ بعض وقت سخت ٹھوکر دی جاتی
ہے ۔ اور تب اس کو سمجھ آتی ہے ۔ کہ یہ دُنیا کیا ہے ؟ اس دُنیا میں کوئی
شخص سوا ایشور کے اور کسی کے ساتھ پریم نہیں کر سکتا ۔ انسانی محبت
کھوکھلی چیز ہے ۔ انسان کا پریم انسان کے ساتھ کیا ہوگا ۔ یہ فضول
خیال ہے ۔ بیوی اپنے شوہر سے کہتی ہے "میں تم کو پیار کرتی ہوں"
مگر جہاں اس کی آنکھ بند ہوئی ۔ سب سے پہلے عورت کا خیال دھن
دولت کی طرف جاتا ہے ۔ شوہر بیوی کو پیار کرتا ہے ۔ مگر جہاں وہ
بڈھی ہوئی ۔ خواہ صورت بگڑ گئی ۔ محبت نفرت و کراہیت میں تبدیل ہو
جاتی ہے ۔ دُنیا کی محبت دراصل ریاکاری اور مکاری ہے ؀

جو محدود ہے ۔ اس میں محبت نہیں ہے ۔ جو محدود ہے ۔ اس
کے ساتھ محبت قائم نہیں رہ سکتی ۔ جب انسان کی محبت کی چیزیں
لمحہ لمحہ مر رہی ہوں ۔ اور جب خود اس کا دل لمحہ لمحہ تبدیل ہوتا ہو ۔ تو
تم کس طرح دائمی محبت کی امید کر سکتے ہو ؟ سوائے ایشور کے اور کسی کا
پریم نہیں ہو سکتا ۔ مگر سوال یہ ہے ۔ کہ پھر یہ سب مختلف قسم
کے پریم کیا ہیں ۔ اور کیوں ہیں ؟ جواب یہ ہے ۔ کہ ان کو اپنی
غلطی سمجھو ۔ تمہارے دل کے پس پشت ایک طاقت ہے ۔ جو تم کو
آئندہ بڑھنے کے لئے دھکے دیتی رہتی ہے ۔ ہم نہیں جانتے کس اصلی چیز کی

دل کو تلاش ہے۔ مگر پریم ہم کو اپنی راہ لئے جا رہا ہے۔ بار بار ہم اپنی غلطیوں کو دیکھتے ہیں۔ ہم کو ایک چیز مل جاتی ہے۔ مگر وہ پھر ہاتھ سے جاتی رہتی ہے۔ پھر ہم کو کسی دوسری چیز کی ہوس ستانے لگتی ہے۔ ہم برابر آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ تب روشنی کا پتہ ملتا ہے۔ ایشور کا دھیان و خیال ہوتا رہتا ہے۔ یہی پریم ہے۔ یہی پریم کرنے والا ہے۔ اس کے پریم میں تبدیلی نہیں ہے۔ وہ ہر وقت ہم کو اپنی گود میں لینے کے لئے تیار ہے۔ اگر میں تم کو اذیت دوں۔ تو تم کب تک برداشت کرو گے؟ جس کے دل میں نہ غصہ ہے۔ نہ نفرت ہے۔ نہ حسد ہے۔ جس کا مزاج نہیں بدلتا۔ جو نہ پیدا ہوتا ہے۔ نہ مرتا ہے۔ وہ ایشور ہے۔ ایشور کے سوا اور کون ایسا ہو سکتا ہے؟ مگر ایشور تک رسائی حاصل کرنا مشکل ہے۔ راہ دور دراز ہے۔ بہت کم لوگ اس تک پہنچتے ہیں سے

صاحب کا گھر دور ہے جیسے لمبی کھجور
چڑھے تو چاکھے پریم رس گرے تو چکنا چور

ہم سب بچے ہیں۔ گرتے پڑتے جد و جہد کر رہے ہیں۔ کروڑوں آدمیوں نے مذہب کو پیشہ بنا رکھا ہے۔ ہر شخص مذہب کی بات چیت کرتا ہے۔ مگر شاذ کسی کو اس کی سمجھ آتی ہے۔ صدیوں کے بعد کسی کو ایشور کا پریم حاصل ہوتا ہے۔ اور اس ایک پریمی بھگت کی وجہ سے وہ ملک پاک و بابرکت بن جاتا ہے۔ اور جہاں ایک سورج برآمد ہوا۔ تاریکی دور ہو جاتی ہے۔ ایشور کے ایک سچے پتر کو آنے دو۔ اور تمام دنیا مبارک اور پاک بن جائے گی۔ تمام دنیا میں یہ مشکل تمام ایک صدی کے اندر کوئی اس قسم کا نادر وجود پیدا ہوتا ہوگا۔ لیکن ہم سب لوگ

کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ کون جانے شاید آگے چل کر تم ہی سچے بھگت کی صورت میں ظہور کرو۔ یا میں ہی ایسا بھگت بن کر آؤں۔ ہم کو کشمکش کرنی چاہیئے۔ ہم کہتے ہیں۔ بیوی اپنے شوہر کو اور شوہر اپنی بیوی کو پیار کرتے ہیں۔ بیوی اپنے شوہر سے کہتی ہے۔ میرا دل تم میں لگا رہتا ہے۔ مگر جہاں ایک بچّہ پیدا ہوا آدھی محبّت بچہ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے وہ اب خود محسوس کرنے لگ جاتی ہے۔ کہ اس میں شوہر کی وہ محبت نہیں ہے۔ یہی حال باپ کا ہے۔ ہم دُنیا میں بار بار دیکھتے ہیں۔ جہاں زیادہ محبّت کی ایک اور شے مل گئی۔ پھر اس طرف سے جی ہٹ جاتا ہے۔ جب مدرسہ میں پڑھتے رہے ہوگے۔ تم کو اپنے چند ہم سبق بہت پیارے لگتے رہے ہونگے۔ خواہ تم اپنے ماں باپ کو سب سے زیادہ پیار کرتے ہوگے۔ اس کے بعد بیوی آ گئی۔ پُرانے پیار و محبّت والے غائب ہو گئے۔ نئی محبت کی جڑ قائم ہو گئی۔ ایک ستارہ نکلا۔ اُس سے ذرا اور بھی بڑا ستارہ طلوع ہوا۔ آخر سورج نے اپنا سر اونچا کیا۔ تمام چھوٹی روشنیوں کے ستارے غائب ہو گئے۔ یہ سورج ایشور ہے۔ اور قسم قسم کی محبت کے سامنے چھوٹے ستارے ہیں۔ جب سورج طلوع ہوتا ہے۔ روشنی نمودار ہوتی ہے۔ تب بھگت سچی محبت کے جذبہ سے متاثر ہو جاتا ہے اور اُسی میں قائم ہو جاتا ہے حیوانیت کے تمام سفلی جذبات پریم کے سمندر میں غرق ہو جاتے ہیں۔ عام محبّت کو نفسانیت و حیوانات کی کشش سمجھو ورنہ تذکیر و تانیث کے جنس کی تمیز کیوں رکھی جاتی ہے؟ اگر کوئی شخص کسی مورتی کے سامنے گھٹنا ٹیکتا ہے۔ تو وہ بت پرست سمجھا جاتا ہے۔ مگر اُن شوہر و بیویوں کو کیا کہوگے۔ جو اپنی بیوی اور شوہر کے سامنے سر بسجود ہوتے ہیں:

ہم کو اِن سب حالتوں سے گذرنا ہے۔ پہلے زمین کو صاف کرو۔ زندگی کا جو پہلو تمہاری نگاہ کے سامنے ہوگا۔ ویسے ہی تمہارے پریم کی حالت ہوگی ؛

اسی دُنیا کو زندگی کا اعلےٰ مقصد گردا ننا سخت درجہ کی حیوانیت اور اَدر سنگلہ پن ہے۔ جو شخص اس مقصد کو لے کر زندگی شروع کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے۔ وُہ کبھی اونچے نہ چڑھ سکیگا۔ وہ دوسری طرف کا شاندار منظر نہ دیکھ سکیگا۔ اَور ہمیشہ اندریوں کا غلام بنا رہے گا۔ زرپرستی اس کی معبود ہوگی۔ اَور کھانے پینے کے سوا اَور کسی سے غرض نہ رہیگی۔ ایسی زندگی سے مرجانا بدرجہا بہتر ہے۔ تم جو دُنیا کے غلام ہو۔ تم جو اندریوں کے زرخرید غلام بن رہے ہو۔ اُٹھو۔ دیکھو۔ اس سے بڑھکر بھی کوئی حالت ہے۔ کیا تم خیال کرتے ہو۔ کہ تمہاری رُوح اس ناک۔ کان آنکھ اَور زبان کی غلامی کے لئے یہاں آئی ہے۔ ایک لامحدود رُوح ہے۔ جو ان سب کے پیچھے ہے۔ وہ قادر اور توانا ہے۔ ہر قسم کی قید کی زنجیر کو ٹکڑے ٹکڑے کر سکتی ہے۔ وُہ روح تم خود ہو۔ اَور تم کو ہر قسم کی طاقت صرف پریم سے حاصل ہوگی۔ یہ تمہاری زندگی کا معراج ہونا چاہیئے۔ اس سے یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ کل ہی تم اس معراج کو حاصل کرلو۔ تم یہ بھی سمجھ لو۔ کہ وہ معراج حاصل ہوگئی مگر ابھی دلّی بہت دُور ہے۔ تم اپنے آپ کو اوپر کی طرف لے چلو۔ تب کہیں نورانی میدان کا تماشہ نظر آویگا۔ اس وقت انسان مادہ کے کیچڑ میں پھنسا ہوا ہے۔ ہم تم سب ہی مادہ پرست بن رہے ہیں۔ ایشور اَور رُوح کے متعلق کبھی کبھی گفتگو کرتے رہنا درست ہے۔ دُنیا

ہے ۔ مادہ سے مدد لو ۔ اور آہستہ آہستہ راہ کی پیروی میں لگ جاؤ۔
کسی وقت تم میں روحانیت آجائے گی ۔ اور تم روح کو محسوس کر سکو گے اور
سمجھ سکو گے ۔ اس دُنیا کا اصلی رنگ و روپ نظر آجائیگا ۔ اور جان جاؤ گے
کہ اگر یہ مادی پردہ حائل نہ ہوتا ۔ تو ہم خود آتما ہی تھے ؛

اس کے علاوہ کسی اور بات کی بھی ضرورت ہے ۔ کہا گیا ہے "مانگو
اور تم کو ملیگا ۔ کھٹکھٹاؤ اور تمہارے لئے کھول دیا جائیگا " مگر وقت تو
یہ ہے ۔ کون مانگتا ہے ۔ اور کون کھٹکھٹاتا ہے ؟ ہم سب لوگ
کہتے ہیں ۔ ہم خدا کو جانتے ہیں ۔ ایک آدمی بہت بڑی مجلد کتاب لکھ
کر خدا کی ہستی کو فرضی وجود قرار دیتا ہے ۔ دوسرا اس کی ہستی ثابت
کرتا ہے ۔ ایک تیسرا شخص اپنی ساری عمر اس کی ہستی کے ثابت کرنے
ہی کو اپنا فرض سمجھتا ہے ۔ چوتھا آدمی تمام زندگی اسی ایک بات کے
پیچھے صرف کرتا ہے کہ ایشور ایک وہمی فرضی وجود ہے ۔ اسکے سوا وہ کچھ نہیں ۔ بھلا بتاؤ تو سہی
خدا کی ہستی کے اقرار و انکار کے متعلق کتاب لکھنے کی کیا ضرورت ہے بہت سے اس کی پرواہ
تک نہیں کرتے ۔ لندن کے ہزاروں و لاکھوں آدمی سب کے وقت اُٹھتے
کھانا کھایا ۔ ایشور نے کھانے اور کپڑے پہننے میں ان کی کیا مدد کی ؟
وہ دن بھر کام کرتے رہے ۔ شام کو گھر آئے ۔ کھانا کھا کر سو رہے ۔ کل
کے پرزے کی طرح اُن کی حیثیت ہے ۔ ان کے دل میں خدا کا
خیال تک کبھی نہیں پیدا ہوتا ۔ ان کی زندگی کے چار اصول ہیں ۔ کھانا
پینا ۔ سونا اور سونا اور اولاد پیدا کرنا ۔ ایک دن آیا ۔ جب موت نے گلا
دبایا ۔ یہ کہتے ہیں " ذرا ایک لمحہ کے لئے ٹھہرو ۔ میں ذرا اپنے لڑکے
کو دیکھ لوں " مگر موت کب سُنتی ہے ۔ آخر مر گئے ۔ دُنیا ساتھ

نہیں گئی۔ ایسے آدمی دیندار نہیں ہوتے۔ نہ اُن کے لئے مذہب ہے۔

مذہب بھگتی کا دوسرا نام ہے۔ ہر شخص کے لئے مذہب نہیں ہے۔ پہلوانوں کی طرح اُٹھک بیٹھک کرنا۔ ہاتھ میں مالا پھیرتے رہنا گو بہت آدمی کر سکتے ہیں۔ مگر مذہب صرف چند مخصوص آدمیوں کے لئے ہے۔ ہر ملک میں صرف تھوڑے آدمی نکلتے ہیں۔ جو پابند مذہب ہیں۔ اور جن کو دیندار کہا جا سکتا ہے۔ دوسرے دیندار نہیں ہیں۔ کیونکہ اب تک ان میں بیداری نہیں آئی۔ نہ وہ مذہب کی پرواہ کرتے ہیں۔ اصلی چیز یہ ہے۔ کہ ایشور کی سچی خواہش ہم میں پیدا ہو۔ ہم اور چیز مانگتے رہتے ہیں۔ مگر ایشور کی خواہش نہیں رکھتے۔ کیونکہ ہماری ضروریات مادی اور خارجی دُنیا کے سامان سے پوری ہوتی رہتی ہیں۔ جس وقت ہماری ضرورتیں مادہ کے طبقہ سے اُونچی کی طرف کی ہوتی ہیں۔ اس وقت ہم کو ایشور کا خیال آتا ہے۔ اندرونی دُنیا کا تعلق روح سے ہے۔ جب تک ضرورتیں جسمانی دُنیا کے محدود طبقہ سے متعلق ہیں۔ تب تک ایشور کا نام لینا ہی فضول ہے۔ جب اس دُنیا سے خوب آسودگی ہو لے گی۔ اور کسی دوسری چیز کی احتیاج محسوس ہونے لگے گی۔ اس وقت اس کا خیال آئے گا۔ اور جب مانگ ہوگی۔ تب ہی اس کے مہیا کرنے کا سامان بھی پیدا ہوگا۔ جہاں تک جلد ممکن ہو۔ دُنیا کے کھیل تماشے کر لو۔ اور جب لڑکوں کا کھیل ہو چکے گا۔ منظر اُونچی ہو جائے گی۔ رُوحانی ضرورت کے احساس کی باری آوے گی۔ تب مذہب کی پہلی منزل شروع ہوگی۔

دُنیا میں ہر جگہ مذہب بٹے ہیں۔ کیونکہ کسی نہ کسی مذہب سے تعلق
رکھنا فیشن میں داخل ہے۔ جس طرح آدمی کے گھر میں کھاٹ۔ چوکی
وغیرہ ہوتے ہیں۔ اور ایک نہ ایک مرادآبادی گلاس بھی رہتا ہے۔ اُسی
طرح مذہب بھی فیشن کی ایک چیز ہے۔ اور لوگ اس کے نام پر کچھ نہ کچھ
خرچ بھی کرتے رہتے ہیں۔ ایسے آدمیوں کے لئے بھگتی نہیں ہے۔
ان کو مذہب کی احتیاج نہیں ہے۔ احتیاج اس کو کہتے ہیں جس کے
بغیر گذر نہ ہو سکے۔ ہم کو سانس لینے۔ کھانا کھانے اور پانی کی ضرورت
ہے۔ ہم ان کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ جب کسی آدمی کو کسی عورت کا
عشق ہوتا ہے۔ وہ کہنے لگتا ہے۔ میں اس عورت کے بغیر زندہ نہیں
رہ سکتا۔ حالانکہ یہ اس کی غلطی ہے۔ مرد کے مرجانے پر عورت سمجھتی
ہے۔ اس کے بغیر زندہ رہنا محال ہے۔ مگر وہ پھر بھی جیتی رہتی ہے۔
میں نے بھی بارہا خیال کیا تھا۔ کہ میں اپنے خاص خاص رشتہ داروں
کے مرنے کے بعد نہ جی سکونگا۔ کیونکہ میں ان کو پیار کرتا تھا۔ مگر دیکھو میں
اب تک زندہ ہوں۔ ضرورت کے سمجھنے کی یہ ایک کنجی ہے۔ ضرورت
وہ ہے۔ جس کے بغیر ہم سچ مچ زندہ نہ رہ سکیں۔ یا تو وہ حاصل ہو
جائے۔ یا ہم تڑپ تڑپ کر جان دیدیں۔ جس وقت ایشور کی نسبت
ایسا خیال پیدا ہونے لگے۔ سمجھ لو بھگتی کی ابتدا شروع ہوئی۔ ہماری
زندگیاں کیا ہیں۔ آسمان پر ایک لمحہ کے لئے بادل اُمنڈ کر آئے اور
تھوڑی دیر میں چھپ گئے۔ جس وقت ہم کو ذرا بھی روحانیت کی
جھلک نظر آنے لگی۔ سفلی خواہشات بادل کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب
ہوجائینگے۔ اس وقت روح کو ایشور کی ضرورت لاحق ہوگی۔ اور وہ اس

کو پاکر تب چین لے گی۔ اس ابتدا کے لئے ہم کو کیا کرنا چاہئے؟ یہ سوال ہر روز اپنے دل سے پوچھتے رہو۔ کہ "کیا ہم کو سچ مچ ایشور کی خواہش ہے"؛ تمام دُنیا کی کتابیں پڑھ لو۔ مگر یہ پریم نصیب نہ ہوگا۔ نہ وہ عقل سے ملیگا۔ نہ سائنس کے مطالعہ سے ہاتھ آئے گا۔ جس کو وہ چاہتا ہے۔ وُہ اُسی کو ملتا ہے۔ محبّت ہمیشہ باہمی ہؤا کرتی ہے۔ اس کا ایک دوسرے پر عکس پڑتا ہے۔ تم میرے ساتھ نفرت کرو۔ میں تمہارے ساتھ محبت سے پیش آتا ہوں۔ ایک مہینہ یا ایک سال کے اندر تم مجھ کو پیار کرنے کے لئے مجبور ہو جاؤ گے۔ یہ روحانی تماشہ ہے۔ جو ایشور کو پیار کرتا ہے۔ ایشور بھی اُس کو پیار کرتا ہے۔ اور اُس کی تمام رُوح ایشور سے چمٹ جاتی ہے جس پریم سے عورت اپنے شوہر کا خیال کرتی ہے۔ جو محبّت اولاد کے ساتھ ہوتی ہے۔ اُسی محبت سے ایشور کا خیال کرو۔ یاد رکھو کتاب یا سائنس ہم کو اس کا علم عملی نہیں کر سکتیں۔ کتابوں کے پڑھنے سے تمہاری حالت طوطوں کی سی بن جائے گی؛

رام رام طوطا پڑھے انت بلائی کھائے

کتابوں کے پڑھنے سے کوئی سچا عالم نہیں بنتا۔ اگر انسان پریم کا ایک لفظ پڑھ لے تو وہ عالم ہو جائے؛

پڑھ پڑھ کے کتنے موئے　　پنڈت بھیا نہ کوئے
ڈھائی اکشر پریم کا　　پڑھے سو پنڈت ہوئے

سب سے پہلے اپنے دل میں ایشور کی خواہش کو جگہ دو۔ بار بار اپنے دل سے پوچھو۔ کیا وُہ سچ مچ ایشور کو چاہتا ہے؟ جب

مذہب کی بات ہونے لگے۔ اور تم دوسروں کو پڑھانے کی جرأت کرنے لگو۔ اُس وقت اپنے دل سے پوچھو۔ کہ آیا ایشور کی خواہش ہے یا نہیں؟ بعض وقت میں دیکھتا ہوں۔ کہ مجھ کو روٹی کی ایشور سے کہیں زیادہ ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اگر روٹی نہ ملے تو میں پاگل ہو جاؤں ایشور کی ضرورت کسی کو ایسی محسوس نہیں ہوتی۔ حالانکہ دُنیا میں یہی سب سے زیادہ اصلی ضرورت ہے۔ ہمارے ملک میں ایک مثل مشہور ہے۔

بنو شکاری گینڈا مارو   لوٹ پاٹ راجہ دھن لاؤ
چیونٹی مارے بیر نہ ہوئی   نربل لوٹے کبھی نہ کوئی

"یعنی اگر شکاری بنتے ہو۔ تو گینڈے کا شکار کرو۔ اگر لوٹیرا ہونا ہی منظور ہے۔ تو راجہ کا خزانہ لوٹ لاؤ۔ چیونٹی کا مارنا اور کمزور کو لوٹنا بالکل بیہودہ حرکت ہے"۔ میں تم کو صاف صاف کہتا ہوں۔ یہ دُنیا بالکل جھوٹی ہے۔ تمام روحانی معلّمین نے ایسے ہی تعلیم دی ہے۔ سوا ایشور بھگتی کے اس سے اور کسی صورت میں چھٹکارا نہیں ہے۔ وہ ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ دوسرے قسم کی معراج مضر اور مضرت بخش ہوگی۔ دُنیا اور جسم کی خاص قدر و قیمت ضرور ہے۔ مگر یہ اصلی چیزیں نہیں ہیں۔ اور نہ ان کو اپنا مقصد بنانا چاہیئے۔ لوگ مندروں میں جا کر دعائیں مانگتے ہیں۔ ایشور! تو مجھ کو بیٹا دے۔ بیٹی دے۔ میری بیماری دور کر دے۔ مجھ کو دھن دے۔ آدمی سمجھتے ہیں۔ ایشور ایک شخص ہے۔ جو ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا۔ اُن کی بات سُن رہا ہے۔ اور اُنکی درخواست

کے موافق اُن کی خواہشوں کو پُورا کرے گا۔ ایسے دیندار سے لامذہب
ودا ہریہ ہونا ہزاروں درجہ بہتر ہے۔ بھگتی مذہب کا معراج ہے۔
ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ کروڑوں برس میں اس معراج تک پہنچیں گے
بھی یا نہیں۔ مگر تم اس کو اپنی زندگی کا اعلےٰ معراج بنالو۔ اگر
تم اس کی چوٹی تک نہ پہنچو گے۔ تب بھی اونچے ہی کی طرف چلو گے۔
اس دُنیا اور اندریوں کے طبقہ سے آہستہ آہستہ گذرتے ہوئے
ہم کو ایشور تک رسائی حاصل کرنی چاہئے۔

باب چہارم
بھگتی کی قسمیں

بھگتی دو قسموں میں منقسم ہے - ایک کو ودھی کہتے ہیں - دوسری کو مکھیہ - ودھی میں کرم کانڈ کا شمول ہے - لفظ بھگتی میں ہر قسم کی پوجا و پرستش خواہ وہ کسی طرح کی کیوں نہ ہوں آ جاتی ہیں - اس میں ادنےٰ سے اعلےٰ تک تمام عبادت و زندگی کی اعلےٰ صورتیں موجود ہیں - دنیا میں یا دنیا کے کسی حصہ میں - مذہب کے جتنے کاروبار دیکھے جاتے ہیں - سب کا تعلق پریم سے ہے - کرم شریعت - رسم و رواج کی پابندی زیادہ کی جاتی ہے - اور جس کو کرم کانڈ سے علیحدہ مانا جاتا ہے - وہ بھی اس سے خالی نہیں ہے - وہ بھی اصلی سے کوسوں دور ہے ؛

جب لگ مرنے سے ڈرے تب لگ پریمی ناہہ
بڑی دور ہے پریم گھر سمجھ لیہو من ماہہ

مگر پھر بھی کرم و رسمی پابندیوں کی ضرورت ہے - بھگتی کا باہری حصہ روح کی ترقی کے لئے ضروری بلکہ بہت ضروری تسلیم کیا گیا ہے - انسان اکثر بڑی غلطی کر بیٹھتے ہیں - جب وہ سوچتے ہیں - کہ ہم فوراً چھلانگ مار کر سب سے اونچی جگہ میں پہنچ

جائیں گے۔ اگر کوئی بچہ کہے۔ کہ میں ایک دن میں بڑھاپے کی حالت
کو پہنچ جاؤنگا۔ تو یہ اس کی غلطی ہے۔ اور میں اُمید کرتا ہوں۔ تم
ہمیشہ اس بات کو ذہن میں رکھوگے۔ کہ مذہب نہ تو کتابوں میں ہے۔
نہ عقلی مناظرہ و بحث و مباحثہ میں ہے۔ عقل۔ دلیل۔ مسائل اصول
کتابیں۔ مذہبی رسم و رواج یہ سب مذہب کے صرف مددگاروں
میں ہیں۔ مذہب صرف ساکشات کار کرنے یا عین الیقین کے درجے
میں۔ داخل ہونے کا نام ہے۔ ہم سب لوگ کہا کرتے ہیں "ایشور
ہے"۔ لیکن سوال یہ ہے "کیا تم نے ایشور کو دیکھا ہے؟" تم نے
سُنا ہوگا لوگ کہا کرتے ہیں "ایشور بہشت میں ہے"۔ لیکن اِن
سے پُوچھو۔ "کیا تم نے اس کو دیکھا ہے"۔ اگر وہ جواب دے کہ
ہاں دیکھا ہے۔ تو تم ہنسوگے۔ اور اُس کو پاگل تصوّر کروگے۔
بہت سے آدمیوں کا مذہب بحث مباحثہ مذہبی سند یا عقلی
ایجاب میں ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں کبھی ایسے مذہب
کا وعظ نہیں کیا۔ اور نہ اس کو مذہب کہتا ہوں۔ اس قسم
کے مذہب والے یا دیندار ہونے سے ناستک و دہریہ
ہونا اچھا ہے۔ مذہب کا انحصار ہمارے عقلی ایجاب یا انکار پر نہیں
ہے۔ وہ کوئی دوسری ہی چیز ہے۔ تم کہتے ہو "روح ہے"۔
لیکن کیا تم نے روح کو دیکھا ہے؟ کیا سبب ہے۔ کہ ہم سب
میں موجود ہے۔ لیکن ہم میں سے کوئی بھی روح کو نہیں دیکھتا۔ تم
کو اس سوال کا جواب دینا اور روح کے دیکھنے ہی تدبیر کرنی باقی
ہے۔ اگر یہ نہیں ہے۔ تو مذہب کی گفتگو لاطائل اور فضول ہوگی۔

اگر کوئی مذہب سچّا ہے ۔ تو اُس سے کہو ۔ ہم کو ایشور اور رُوح کو اور اپنے اندر کی سچائی کو دکھاوے ۔ اگر ہم اور تم سدھانت ۔ اصول مذہبی اسناد کے متعلق ابدالآباد تک لڑتے رہیں گے ۔ تب بھی کسی نتیجہ تک نہ پہنچیں گے ۔ یُگ یگانت اور صدیوں سے لوگ آپس میں جھگڑ رہے ہیں ۔ اور نتیجہ کیا ہوُا ؟ عقل کو وہاں بالکل رسائی نہیں ہے ۔ وُہ دم تک نہیں مار سکتی ۔ ہم کو عقل کے پرے پہنچنا چاہئے ۔ تب کہیں مذہب کا پتہ لگے گا ۔ مذہب کا سچّا ثبوت ساکشات کار ہے ۔ تم کو دوبدو اصلیت سے ہمکنار ہونا پڑے گا ۔ جب تک تم کسی دیوار کو نہ دیکھ لو ۔ تب تک اس کے متعلق بحث مباحثہ فضول ہے اگر تم بیٹھ کر صدیوں تک دیوار کی ہستی اور نیستی کی بابت جھگڑے اور دلیل وحجت کرتے رہو گے ۔ تو یاد رکھو ۔ کبھی کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکو گے ۔ لیکن اگر کسی طرح اُس کو دیکھ لو گے ۔ تو سارے جھگڑے خود بخود رفع ہو جائیں گے ۔ اس حالت میں اگر دُنیا کے تمام آدمی مل کر تم سے کہیں ۔ کہ ایسی کوئی دیوار نہیں ہے ۔ تو تم کبھی اُن کا یقین نہ کرو گے ۔ کیونکہ تم جانتے ہو ۔ تمہاری خود چشم دید شہادت اُن کی فرضی گفتگو سے کہیں زیادہ وقعت رکھتی ہے ۔ اُن کے دلائل اور براہین کی پھر گنجائش نہ رہے گی ۔ تم نے ممکن ہے ۔ ایسے آدمیوں کی کتابیں بھی پڑھی ہوں ۔ جو کہتے ہیں " دُنیا نہیں ہے ۔ اور تم بھی نہیں ہو " مگر تم ان کی بات کا یقین نہیں کرتے ۔ کیونکہ تمہارا اپنا یقین ایسا نہیں ہے ۔ جانتے ہو ۔ کہ اندریوں کے علم کی کثیر مقدار کے سامنے اس قسم کی بات نہیں چل سکتی ۔ مذہبی اور دیندار بننے

کے لئے سب سے پکّی بات یہ ہے ۔ کہ تم کتابوں کو پانی میں غرق کر
آؤ ۔ یا ان کو ایک طرف کر دو ۔ جتنا ہی کم تم کتابوں کو پڑھو گے
اُتنا ہی تمہارے لئے بہتر ہوگا ۔ ایک وقت میں صرف ایک کام کرو ۔
مغربی دُنیا آجکل دماغ کو ٹھونس ٹھونس کر بھر دینے کی تمنّا رکھتی ہے ۔ ہر
قسم کے خیالات اس میں بھر دیئے جاتے ہیں ۔ جس کا نتیجہ یہ
ہوتا ہے ۔ کہ ناموافق خیالات وہاں پڑے ہوئے سڑتے رہتے ہیں ۔
اَور اصلیت کا پتہ ہاتھ نہیں آتا ۔ بعض بعض حالتوں میں تو اس ٹھونسنے
سے بیماری پیدا ہو جاتی ہے ۔ کیا یہ مذہب ہے ؟ پڑھنا لکھنا مذہب
نہیں ہے ۔ نہ بہت سی باتوں کی واقفیت دیندار ہونے کی دلیل ہے
اس کے سوا بہت سی طبیعتیں ایسی ملیں گی ۔ جو سنسنی پیدا کرنیوالے واقعات
کی خواہشمند رہتی ہیں ۔ ان کو بھوت و چڑیلوں کے قصّے سُنا دو ۔ یا قطب
شمالی کے باشندوں کے فرضی حالات ہی بیان کر دو ۔ جن کے دو پر ہوتے
ہیں ۔ اور وہ نظر نہ آتے ہوئے ہر جگہ موجود رہتے ہیں ۔ ان کو سُن کر
آدمیوں کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے ۔ دل میں سنسناہٹ پیدا
ہوگی ۔ وہ ان کو سُن کر مطمئن ہو کر گھر چلے جائیں گے ۔ مگر دن کے چوبیس
گھنٹوں میں ایسے ہی اول جلول قصّوں کے کہنے اور سُننے میں وقت
صرف کر دیں گے ۔ بعض لوگ اسی کو مذہب کہتے ہیں ۔ یہ سچ مچ خبطی
اَور پاگلوں کا مذہب ہے ۔ ہم اس کو مذہب نہیں کہتے ۔ اگر ایک
صدی تک برابر اس قسم کے فرضی و ناحق قصہ کہانیوں کا ملک میں رواج
رہا ۔ تو دُنیا کے پاگل خانے ان سے بھر جائیں گے ۔ اس قسم کے خیالات
انسان کو کمزور بنا دیتے ہیں ۔ ایشور تک رسائی پیدا کرنا کمزور آدمیوں

کا کام نہیں ہے۔ اس لیے تم بھول کر بھی ان کی طرف توجہ نہ کرو۔ اور
کبھی ان کے پاس نہ جاؤ۔ ورنہ یاد رکھو دل و دماغ کمزور ہو جائیں گے۔
بیماری پیدا ہوگی۔ روح میں خرابی آجائے گی۔ اور دھوبی کے کتے کی مثل
صادق آئے گی۔ خوب ذہن نشین کر لو۔ مذہب کتابوں میں نہیں ہے۔ نہ قصہ
کہانیوں میں ہے۔ نہ سدھانت کے مباحثوں میں ہے۔ نہ ناحق کی
بک بک میں ہے۔ مذہب صرف سداکشا لگا رہیں ہے۔ تم اپنے خیال
کی عملی شکل بننے کی کوشش کرو۔ یہ مذہب کا ابتدائی زینہ ہے۔ ہر شخص
جانتا ہے "چوری کرنا پاپ ہے"۔ لیکن اس جاننے سے کیا ہوا۔
سچا جاننا اس کا ہے۔ جو چوری نہیں کرتا۔ ہر شخص جانتا ہے "کسی کو دکھ
نہ دو"۔ لیکن اس جاننے کا مطلب کیا ہوا۔ جو کسی کو دکھ نہیں دیتے وہ
البتہ اس کا سچا علم رکھتے ہیں۔ اور ان کے چال چلن سے "اہنسا
پرمو دھرمہ" کے اصول کی خود بخود تلقین ہوتی رہتی ہے۔ وہ عامل ہیں۔
انہیں کی کمائی کرتے ہیں۔ اور کمائی ہی اصلی چیز ہے۔ اس دنیا میں
ہر شخص سمجھتا ہے۔ کہ میں سب سے زیادہ خوبصورت ہوں۔ ساری طاقت
لیاقت مجھ میں ہی ہے۔ میں خاص طور پر پیدا ہوا ہوں۔ یہی خبط عورتوں
میں ہے۔ وہ بھی اپنے آپ کو سب سے زیادہ خوبصورت اور عقیل
سمجھتی ہیں۔ مگر میں ان میں کوئی عجیب و غریب بات نہیں دیکھتا۔ ماں
اپنے بچہ کی نسبت کہا کرتی ہے۔ یہ بہت خوبصورت ہے۔ اور عجیب
و غریب ہے۔ یہ انسانی خاصہ ہے۔ جب انسان عجیب و غریب باتیں
سنتا ہے۔ جو اس کے خیال میں بہت اونچی اور اعلیٰ ہیں۔ تو وہ ان
تک پہنچنے کا فوراً ہی خیال کر لیتا ہے۔ اور ذرا بھی نہیں سوچتا۔ کہ

اُونچی چیز تک پہنچنے کے لئے چڑھائی کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ یا نہیں۔ یاد رکھو صرف آہستہ آہستہ ہی اس تک رسائی حاصل ہوگی۔ ہر شخص اُچھل کُود کر معراج پر پہنچنے کا خواہشمند رہتا ہے۔ اگر کوئی چیز اُونچی ہے۔ تو جانتا ہے۔ یہ میرے ہی لئے ہے۔ ہم یہ نہیں سوچتے۔ کہ آخر اس کے پانے کی ہم میں طاقت بھی ہے۔ یا نہیں۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ہم سے کچھ بھی کرتے دھرتے نہیں بن پڑتا۔ یکبارگی نہ تو کسی سے کوئی کام ہوا ہے نہ ہوگا۔ ہر شخص کو ودھی بھگتی کے راہ سے مکھیہ بھگتی کے کوٹھے تک جانا نصیب ہوگا۔ جب تک عقلی طریقہ پرستش کی پابندی نہ ہوگی۔ علوی پرستش و غلوی بھگتی کی سمجھ تک آنی مشکل ہے ؛

نیچے درجہ کی بھگتی کیا ہے ؟ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ تم کو سمجھانے کے لئے میں یہاں ایک مثال کا حوالہ دونگا۔ اور ایک سوال پوچھوں گا۔ تم سب لوگ کہتے ہو۔ ایشور ہے۔ اور وہ محیطِ کل ہے۔ اپنی آنکھوں کو بند کرو۔ اور اس کے متعلق سوچو۔ تم کو کیا نظر آرہا ہے؟ یا تو تمہاری دلی آنکھوں کے سامنے سمندر لہرا رہا ہے۔ نیلا آسمان۔ ہرا سبزہ زار موجود ہے۔ یا اس قسم کی چیزیں خیال میں آرہی ہیں۔ جو تم نے اپنی زندگی میں دیکھی ہیں۔ اگر یہ حالت ہے۔ تو تمہارا ایشور کا محیطِ کل کہنا بالکل غلط ہے۔ اس کے کچھ بھی معنی نہیں ہیں۔ اِسی طرح ایشور کی اور صفات کا حال ہے۔ ہم کو ایشور کے عالم الغیب و حاضر ناظر ہونے کا بھی کیا علم ہے ؟ ہم کو در اصل ذرا بھی اُس کا گیان نہیں ہے مذہب، تو ساکشات کار کرنے کا طریقہ ہے۔ اور میں تم کو صرف اس وقت

دیندار کہونگا - اگر تم نے ایشور کے خیال کا ساکشات کار کر لیا ہے -
خواہ اس کے قائل ہو گئے - اس سے پہلے صرف لفاظی ڈھکوسلہ ہے
اور کچھ بھی نہیں - پس اس حالت کے حاصل کرنے کے لئے تم کو ابتدائی
مرحلوں کو طے کرنا ہوگا - لڑکے جس طرح ابتدا میں الف - ب -
ت پڑھ کر جملوں اور لفظوں کے سلسلہ میں کتاب کے معنی و مطالب
تک پہنچتے ہیں - اسی طرح تم کو بھی سفلی درجات سے گذرنا ہوگا - اگر
تم کسی بچے سے کہو - کہ پانچ کو دو کے ساتھ ضرب دینے سے دس
ہوتے ہیں - تو وہ کچھ نہ سمجھیگا - لیکن اس کے ہاتھ میں دس چیزیں
دے دو - اور وہ سمجھ جائیگا - کہ دس کیا ہوتا ہے - رستہ دور ہے -
آہستہ ہی آہستہ اس پر چلنا ہونا ہے - ہم سب لوگ ابھی تک - بچے
ہی ہیں - ہم چاہے بڈھے ہوں - تمام دنیا کے کتب خانے چاہیں -
مگر روحانی نقطہ نگاہ سے بچے ہی ہیں - صرف حق الیقین اور ساکشات کار
کرنے ہی کا نام مذہب ہے - سدھانتوں کا مانجھا دینا - فلسفوں کی
اصطلاحات پر بحث کرنا - اخلاقی کتابوں کا زیر مطالعہ رہنا - دماغ کو رات
دن ٹھونستے رہنا - فضول ہے - جب ساکشاتکار کا وقت آویگا - ہم
صاف صاف اپنی ننگی حیثیت کو دیکھنے لگ جائینگے - ہم ساری
زندگی اور سدھانتوں کے رگڑے جھگڑے میں پڑے رہے - مگر ہاتھ
کیا آیا ؟ وہی ڈھاک کے تین پات - اب وقت ہے - کہ تم
صاحب مذہب بننے کی ابتدا کرو - سندھیا - ہون - آپاسنا - کرم
کانڈ کے دوسرے طریقوں پر اس کو شروع کر دو - یہ بالکل ضروری
نہیں کہ جو بات ایک کے لئے ہے - وہی دوسرے کے لئے بھی ہو -

بعض آدمی آنکھوں سے دیکھ کر کسی چیز کا دھیان کرتے ہیں۔ بعض اپنے
دماغ میں ایک تصویر قائم کر لیتے ہیں۔ جو شخص اپنے دماغ میں
تصور کو جما لیتا ہے۔ اپنے دل میں سمجھتا ہے "میں بڑا آدمی ہوں"
اندرونی تصور کو وہ سب کچھ اور اچھا سمجھتا ہے۔ مگر باہری طرز
پرستش کو بُرا کہتا ہے۔ اور پھر دانتا کلکل ہونی شروع ہوتی ہے۔
گرجوں میں جانا۔ مندروں کا طواف کرنا۔ اس کی نگاہ میں بیہودہ
حرکت معلوم ہوتی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہے۔ کہ دنیا میں
ایک خیال کے آدمی نہیں ہیں۔ اس لئے سب کی طرز عبادت
میں بھی اختلافات ہوں گے۔ جس جس طرح ان کے دلی و دماغی جذبات
کا نشو و نما ہوا ہے۔ اسی درجہ کے بموجب ان کو کام کرنا بہتر ہوگا۔ گو
کرم۔ اُپاسنا کا سورج ایک ہے۔ مگر راستے مختلف ہیں۔ میری
معراج تمہاری معراج نہیں ہو سکتی۔ پھر لڑائی کی کیا بات ہوئی۔
ہم کو کیا منصب ہے۔ کہ کسی کو اپنی معراج قبول کرنے کے لئے
مجبور کریں۔ دنیا میں دیکھو۔ نادان سے نادان شخص بھی کہیگا۔ کہ
"میرا مذہب درست اور تمہارا غلط ہے۔ اور میں ہی خدا کا برگزیدہ
بندہ ہوں"۔ کسی طریق کی نکتہ چینی محض اس وجہ سے ہے۔ کہ وہ
ہم سے مختلف ہے۔ فضول اور لغو حرکت ہے۔ کتنی اچھی بات ہے
دنیا میں چاہے چالیس فرقے ہوں۔ خواہ چار سَو ہوں۔ ہم کو تو دراصل
خوش ہونا چاہیئے۔ کہ کسی نہ کسی طرح بھگتوں کی تعداد تو ترقی پر ہے۔
اور وہ ایک نہ ایک ڈھنگ سے پرماتما کی پرستش کرتے ہیں۔ یہ بھگتی
یوگ کا اصول ہے۔

گو منزل مقصود ایک ہی ہو۔ مگر سب کے خیالات کا ایک ہونا ممکن نہیں ہے؛

اس کے بعد شبد کے اُپاسنا کا خیال ہوتا ہے۔ شبدوں میں خاص قسم کی طاقت ہوتی ہے۔ ویدوں کے خاص خاص منتروں کے پڑھنے سے دل پر خاص قسم کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ سُننے والوں اور پڑھنے والوں دونوں پر عجیب و غریب اثر پیدا ہوتا ہے اسی طرح خاص خاص علامات کا حال ہے۔ یہ علامات خاص خاص خیالات کے اظہار کے آلہ ہیں۔ ہم سب لوگ دراصل اس کی وساطت سے سمجھنے کے عادی ہو رہے ہیں۔ جو الفاظ بولے خواہ لکھے جاتے ہیں۔ وہ سب ایک نہ ایک طرح کے علامات ہیں۔ ان کے پیچھے پس پشت خیالات رہتے ہیں۔ بھگتی مارگ میں اس قسم کی علامات کا اکثر استعمال ہوتا رہا ہے۔ الفاظ و مضامین اور خیالات کے لئے علیحدہ علیحدہ علامات مستعمل ہوتی رہی ہیں۔ ہر مذہب میں پرارتھنا پر زور دیا جاتا ہے۔ لیکن اس کو ذہن نشین کر رکھو۔ تندرستی یا دولت کے لئے دعائیں مانگنا بھگتی کے اصول کے برخلاف ہے۔ یہ سب کرم ہیں۔ جسمانی مفاد کے لئے دُعا مانگنا کرم ہے۔ بہشت میں جانے کی دُعا بھی کرم ہے۔ جس کو ایشور کی بھگتی یا پریم کی خواہش ہے اُس کو چاہئے۔ کہ ان سب کا بقچہ باندھ کر پہلے باہر پھینک دے۔ تب بھگتی کے دروازہ میں داخل ہو۔ جو شخص نُور اور پرکاش کی سلطنت میں آنا چاہتا ہے۔ اس کو اس دُکانداری اور خرید و فروخت کے کاروبار کو بند کر دینا چاہیئے۔ تب وہ پھاٹک کے اندر داخل پائیگا۔

اس سے یہ مُراد نہیں ہے ۔ کہ دُعا قبول نہیں ہوتی ۔ یا آنکہ تم کو خواہش
کی چیزیں نہیں ملتیں ۔ دُنیا میں ہر چیز ملتی ۔ اور مل سکتی ہے ۔ مگر یہ
بھک منگوں کا مذہب ہے ۔ اور نہایت ہی نیچا ہے ۔ دراصل وہ پڑا
بھاری احمق ہے ۔ جو گنگا کے کنارے پہنچ کر کنواں کھودنا چاہتا ہے ۔
احمق ہے ۔ فی الحقیقت وہ شخص جو ہیرے کی کان کو پاکر پھر بھی پوت
اور کوڑیوں کی تلاش کرتا ہے ۔ ایشور سے تندرستی ۔ کھانا ۔ پینا اور کپڑا
مانگنا دراصل ایسا ہی ہے ۔ جیسے ہیرے کی کان میں پوت تلاش کرنا ۔
جسم فانی ہے ۔ کبھی نہ کبھی دن اس کو مرنا ہے ۔ پس بار بار تندرستی
کے لئے دعائیں مانگتے رہنے سے کیا فائدہ ؟ تندرستی اور دولت میں
آخر دھرا ہی کیا ہے ؟ دولتمند آدمی صرف اپنی دولت کا قلیل حصہ صرف
کرتا ہے ۔ وہ دن میں تین مرتبہ بھی نہیں کھا سکتا ۔ نہ زیادہ کپڑے پہن
سکتا ہے ۔ ایک آدمی سے زیادہ وہ ہوا کی مقدار کو بھی اپنے
سانس سے جذب نہیں کر سکتا ۔ وہ اوروں سے سونے کے لئے
زیادہ جگہ بھی نہیں لیتا ۔ ہم کو اس دُنیا کی زیادہ چیزیں نہیں مل سکتیں ۔
اور اگر وہ نہیں ملتیں ۔ تو پرواہ کس کو ہے ؟ یہ جسم مرے گا ۔ اس
کی پرواہ کس کو ہے ؟ اگر اچھی چیزیں میسر آتی ہیں ۔ بہتر ۔ اگر جا رہی
ہیں ۔ جانے دو ۔ جب وہ آتی ہیں ۔ مبارک ہیں ۔ جب چلی جاتی ہیں ۔
تب بھی مبارک ہیں ۔ لیکن اس قسم کی پرارتھنا کرنا کیا معنی ؟ کہ ایشور !
میری عینک کو محفوظ رکھنا ۔ مجھ کو ایک پیالہ عطا کرنا ۔ اور نئے فیشن
کے موافق میرے لئے موزہ و نکٹائی مہیا کر دینا ۔ یہ بھگتی نہیں
ہے ۔ یہ مذہب کی نہایت ہی سفلی حالت ہے ۔ یہ کرم کی سفلی قسم ہیں

ہیں۔ ایشور کا ساکشات کار کرنا۔ اعلےٰ اور بہتر کام ہے۔ ہم بادشاہوں کے بادشاہ کے دربار میں جا رہے ہیں۔ بھک منگوں کے لباس میں کیوں جائیں؟ کیوں میلے کچیلے بن کر جائیں؟ کیا اگر ہم کسی دُنیاوی شاہنشاہ کے حضور میں میلے لباس میں جائیں۔ تو ہم کو وہاں دخل ملیگا؟ کبھی رسائی حاصل نہ ہوگی۔ دربان اور چوبدار وہ ڈانٹ بتائیں گے۔ جس کا حد و حساب نہیں۔ ایشور شاہنشاہوں کا شاہنشاہ ہے۔ تم کیوں فقیروں کے لباس میں اُس کے پاس جانے کی تمنّا رکھتے ہو۔ دُوکانداروں کو وہاں داخل ہونے کا موقع نہیں دیا جاتا۔ وہاں خرید و فروخت کا کاروبار نہیں ہے۔ آخر تم کیوں ایسی پرارتھنائیں کرتے ہو؟ "ایشور! میری درخواست سن۔ مجھ کو نیا لباس دے۔ خداوند! میرے سر درد کو دُور کر دے۔ میں کل دو گھنٹہ تیری عبادت کروں گا" تم اپنے آپ کو اس سے اُونچا بناؤ۔ اِن چیزوں کا مانگنا بُرا ہے۔ تم میں اور نیچے درجہ کے جانوروں میں آخر کچھ فرق ہونا چاہیئے۔ جانوروں کی ساری طاقت اُس کے جسم میں ہے۔ اگر انسان اپنی دماغی قوت اِسی جسم کے لیئے صرف کرتا ہے۔ تو پھر ان میں اور اس میں فرق ہی کیا رہا؟ پس بھگتوں کا پہلا وصف یہ ہے۔ کہ وہ دُنیا و بہشت تک کی نعمتوں کی خواہشوں کو دل سے دُور کر دیں۔ اِس قسم کے ست سنگ دُنیا سے کچھ ہی بہتر ہونگے۔ دُنیا میں سُکھ و دُکھ دونوں کا شمول ہے۔ اور بس۔ ممکن ہے دُعاؤں سے کچھ زیادہ مل جائے۔ یا کم ملے۔ یا ممکن ہے۔ ہم کو بکثرت دُنیا کی نعمتیں میسّر آ جائیں۔ ہم ہوا میں اُڑنے لگیں۔ دیواروں سے کُود جائیں۔ اور روحانی

شعبدہ بازوں کی طرح مسمریزم وغیرہ کے ذریعہ کچھ روشنی حاصل کر سکیں۔
مگر یہاں جتنی روشنی ہے۔ اِن ترکیبوں سے وہ کبھی زاید نہ ہوگی میری
دانست میں روحانی شعبدہ بازی کرنے سے تحت الثرےٰ کو چلا
جانا بہتر ہے۔ بہتر ہے کہ میں دُنیا کے تاریک سے تاریک گڑھے
میں گر جاؤں۔ مگر مجھ کو اِن رُوحانی شعبدہ بازوں سے کام نہ پڑے۔
لوگ کہتے ہیں۔ بہشت میں نعمتیں ملتی ہیں۔ مگر ایشور کہاں ہے؟
ممکن ہے۔ تم سینکڑوں مرتبہ بہشت میں رہے ہو۔ اور پھر بھی
نیچے گر پڑے ہو۔ سوال یہ ہے۔ جزا و سزا کے کرم سے نجات
کس طرح حاصل ہو؟ انسان کیوں مصیبت زدہ ہیں؟ کیونکہ وہ
اسی جزا و سزا کے قانون کے شکنجہ میں گرفتار رہتے ہیں۔ یہ غلام
ہیں۔ قدرت کے ہاتھ میں مہرہ شطرنج ہیں۔ اور کھلونوں کی طرح
گرتے پڑتے ہیں۔ ایک بڑے آدمی کو دیکھو۔ جو شاہنشاہ ہے۔
ذرا بھوک کے غلبہ کو آنے دو۔ وہ جھلانے لگیگا۔ اور باؤلوں کی طرح
پریشان ہو جائے گا۔ ہم اس جسم کی حفاظت میں لگے رہتے ہیں۔
اور یہی وجہ ہے۔ ہمیشہ خوف میں مبتلا رہتے ہیں۔ میں نے کل ایک
شخص کے بیان کو پڑھا ہے۔ اس نے حساب لگایا تھا۔ کہ
ہرن کو محض خوف کی وجہ سے دن میں ساٹھ ستر میل دوڑنا پڑتا ہے۔
وہ برابر دوڑتا رہتا ہے۔ اس کے بعد کھڑے ہو کر چارہ
چگتا ہے۔ اس آدمی کو جاننا چاہیئے تھا۔ کہ ہم لوگ ہرن
سے بھی زیادہ بدتر حالت میں ہیں۔ ہرن کو تو کچھ آرام بھی ملتا ہے۔
مگر ہم کو کہیں بھی چین نہیں ہے۔ اگر ہرن کو گھاس کافی مقدار میں

مل جائے۔ تو وہ آسودہ ہو جاتا ہے۔ مگر ہم اپنی ضرورتوں کو رات دن
بڑھاتے رہتے ہیں۔ سفلی خواہش ہماری ضرورتوں کو بڑھاتی
رہتی ہے۔ ہم ایسے بگڑ گئے ہیں۔ کہ کسی چیز سے ہم کو سنتوش نہیں
ہوتا۔ ہمارے ہر رگ و ریشہ میں زہر ہے۔ ہماری زندگیاں غیر
فطرتی بن گئی ہیں۔ ہم غیر قدرتی کھانے پینے کے ساماں سے اپنے
دلوں میں سستی پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اپنے ارد گرد مصیبت کو
بلا لیتے ہیں۔ پہلے ہوا مسموم ہو جائے۔ تب ہم سانس لیتے ہیں۔
ہماری خوراک مسموم ہو لے تب ہم کھاتے ہیں۔ ہم قدرتی پانی
نہیں پیتے۔ اس کو بگاڑ کر تب پیتے ہیں۔ خوف کا تو کہنا ہی کیا ہے۔
ہماری زندگیاں خوف و کھٹکے کی زندگیاں ہیں۔ ہم کو روز سردی
ستاتی ہے۔ روز نئی غذا کی ضرورت ہے۔ ہرن کو تو صرف شیر
چیتے و بھیڑیئے کا خوف ہے۔ انسان تمام دنیا سے ڈرتا رہتا ہے۔

اگر یہ حالت ہے۔ تو پھر ہم کس طرح اس سے نجات حاصل
کریں! یہ سوال ہے۔ اپنے آپ کو انسان اور اشرف المخلوقات
کہنا بہت سہل ہے۔ اکثر انسان کھڑے ہو کر کیسے جرأت کے ساتھ
یہ کہہ دیتے ہیں "ایشور و مذہب کا ذکر نہ کرو۔ ان کو جانے بھی دو۔
دنیا میں چین کے ساتھ زندگی بسر کرو" اگر یہ بات کبھی ممکن ہوتی۔
تو میں سب سے پہلے اس طرح کرنے کی کوشش کرتا۔
مگر جب تک تم قدرت کے غلام ہو۔ تب یہ ممکن نہیں
ہے! جس قدر تم نکلنے کی کوشش کرتے ہو۔ اتنا ہی
زیادہ پھنستے جاتے ہو۔ تم سالہا سال ایک تدبیر سوچتے ہو۔

آخر میں بہتر نہیں بنتے۔ بدتر ہو جاتے ہو۔ دو سو برس پہلے دُنیا
میں لوگوں کی ضرورتیں اس قدر نہیں تھیں۔ مگر جتنا ان کا علم
وسیع ہوتا گیا۔ ویسے ہی ضرورتیں بھی بڑھتی گئیں۔ ہم خیال کرتے
ہیں۔ بہشت میں ہماری خواہشیں پوری ہو جائیں گی۔ یہ ہماری
خواہشوں کا دائمی سلسلہ ہے۔ جب آدمی بھیک مانگتا ہے۔ روپیہ
روپیہ۔ روپیہ کہا کرتا ہے۔ جب روپیہ مل جاتا ہے۔ دوسری
خواہشیں دامنگیر ہوتی ہیں۔ کبھی چین نہیں ملتا۔ روپیہ کے بعد
لوک۔ لاج۔ سوسائٹی تنگ کرتی ہے۔ غریب آدمی کو اگر روپیہ
مل جائے۔ تو اس کو سیری نہ ہوگی۔ ہوس بڑھتی ہی جاوے گی۔
جیسے آگ تیل کے ڈالنے سے مشتعل ہوتی ہے۔ ویسے ہی ان کی ہوس
بڑھ جاتی ہے۔ ان کی دانست میں بہشت میں جانا زیادہ دولتمند
ہونا ہے۔ اس خواہش کو چھوڑ دینا چاہئے۔ یہ بھی نہایت
گندہ اور سفلی خواہش ہے۔ کروڑپتی ہونے کی تمنا کرنا
بہشت کی تمنا کے برابر ہے۔ دُنیا میں ہزاروں کروڑپتی ہیں۔ اُن
کے گھر بہشت کی طرح ہیں۔ تم کو ان سب حالتوں سے گزر کر ایشور کی
شرن میں محض ایشور کے خیال سے آنا ہوگا۔ اور تم کو تب پریم اور مذہب
کے پھاٹک کے اندر داخلہ کا استحقاق نصیب ہوگا؛

باب پانچواں

گورو کی ضرورت

بھیدی لیا ساتھ کر۔ دُنیا وستو لکھائے
کوٹ جنم کا پنتھ تھا۔ پل میں پہنچا جائے
(کبیر صاحب)

اِنسان کی حیثیت دُنیا میں ہر پہلو سے خاص نوعیت کی ہے اور جانداروں کے جسم پر گرمی سردی کی مصیبتوں سے بچنے کا سامان موجود ہے۔ یہ بالکل برہنہ تن آیا ہے۔ اوروں میں خاص قسم کی تمیز ابتدا سے رہتی ہے۔ وہ ابتدائی حالت میں بے تمیز رہتا ہے۔ دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہنے کے لئے سب کے پاس ہتھیار ہیں۔ یہ غریب اُن سے محروم ہے۔ اوروں کو بچپن ہی سے چلنے پھرنے تیرنے وغیرہ کی فطرتاً قابلیت مِل جاتی ہے۔ مگر یہ بے بسی و بیکسی کی حالت میں رہتا ہے۔ سب اپنی ضرورتوں کے رفع کرنے کا علم سیکھ کر آتے ہیں۔ اِس کو سیکھنا پڑتا ہے۔

اور کیا یہ جھوٹ ہے؟ نہیں یہ سچ ہے۔ حرف بحرف لفظ بلفظ سچ ہے۔ انسان قدم قدم پر تعلیم کا محتاج ہے۔ یہ صحیح

ٰ یہ مضمون تمام و کمال سوامی وویکانند جی کا نہیں ہے۔ اِس میں ہمارا اپنا خیال بھی شامل ہے۔

ہے۔ وہ ذرا سی تعلیم پا کر دوسروں کے معمولی مشاہدات اور تجربات سے فائدہ اٹھا کر ایسی ترقی کر جاتا ہے۔ کہ جس کا نشان و گمان نہیں۔ قدرت کے پیچیدہ رازوں کی کھڑکیاں اس کے دبانے پر کھل جاتی ہیں۔ سیارے اس کو اپنا بھید بتا دیتے ہیں۔ زمین اپنی چھپی ہوئی دولت کی کان کی کنجی اس کو سپرد کر دیتی ہے۔ آسمان خواہشمند رہتا ہے۔ کہ انسان ذرا اس کی طرف متوجہ ہو۔ اور وہ اس تین ہاتھ کے خاک کے پتلے کو اپنے بلند طبقات کی سیر کرا دے۔ اور یہاں ہی تک اس کی بزرگی محدود ہے۔ وہ جو لا انتہا۔ لا محدود۔ مالک کل ہے۔ وہ خود انسان کو وہ اوصاف عطا کرنے کا شائق رہتا ہے۔ جو کسی مخلوق میں موجود نہیں ہے۔ اشرف المخلوقات۔ مسجود ملائک دیوتاؤں سے بھی بزرگ۔ کون تیری بزرگی کا وصف بیان کر سکتا ہے!

باوجودیکہ پرو بال نہ تھے آدم کے
پہنچا اس جا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

انسان اس قسم کا مخلوق ہے۔ مگر ابتدا میں وہ کس طرح دنیا میں آتا ہے۔ انسان میں فطرتاً ساری باتیں موجود رہتی ہیں۔ صرف تحریک کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور اسی تحریک کا نام تعلیم ہے۔ جس کا وہ محتاج ہے۔ انسانی گروہ کی کثیر تعداد اس وقت گلا پھاڑ کر چلاتی ہے۔ کہ انسان نے صرف ضرورت کی وجہ سے ترقی کی ہے۔ ضرورت ہی ایجاد کی ماں ہے۔ ضرورت ہی نے اس کو سب کچھ سکھایا ہے۔ اور یہ سچ ہے۔ اس میں شک نہیں اندرونی طاقتوں کی نشو و نما ہی اس وقت تک نہیں ہو سکتی۔

جب تک ضرورت کی احساس نہ ہو۔ مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اس نے اپنی ترقی کی ابتدا بغیر تعلیم کے کی ہے۔ ایک طرح کی سخت غلطی ہے۔

انسان تعلیم کا محتاج ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے علوم و فنون۔ صنعت اور حرفت۔ پڑھنا لکھنا۔ تحریر تقریر ہر بات انسان کو سیکھنی پڑتی ہے۔ وہ سیکھتا ہے۔ سیکھنے کے لئے مجبور ہے۔ اس سے اس کو بچاؤ نہیں ہے۔ مانا اس کے سیکھنے کے مختلف ڈھنگ ہیں۔ ہم اسکو ایک خاص طریقہ میں محدود نہیں کرتے۔ مگر سیکھنا تعلیم پانا تربیت کے مرحلہ سے گزرنا۔ یہ نہایت ضروری امر ہے۔ اور جب یہ بات تمام ظاہری علوم کی نسبت دیکھنے میں آتی ہے۔ اور سچی معلوم ہوتی ہے۔ تو علم باطنی۔ علم روحانی و علم کشف کے متعلق بھی یہ صحیح اور سچی ہے؛

ہر جاندار کے لئے مکمل ہونا لابدی ہے۔ سب کا انجام یہی ہوگا۔ سب کو مکمل حالت تک پہنچنا ہوگا۔ اس وقت ہماری موجودہ حالت گذشتہ کرموں کا نتیجہ ہے۔ جو کچھ ہم نے کیا تھا۔ سوچا تھا۔ اس کی شہادت اور کہیں سے کیوں تلاش کرتے ہو؟ ہماری شکل و صورت کو دیکھو ہمارے طرز و طریقوں کا مطالعہ کرو۔ تم کو خود معلوم ہو جائے گا۔ کہ ہم کو اس چند روزہ ہستی کی سیر میں کن کن منزلوں سے گذرنا پڑا ہے۔ کیسی صحبت کے آدمیوں سے کام رہا ہے۔ کیسے خیالات تھے۔ سب کی اصلیت کا نقشہ ہماری صورت میں ہمارے دل میں ہمارے دماغ میں۔ ہماری آنکھ میں۔ ہمارے حرکات و سکنات میں اور ہمارے تمام جسم میں موجود ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔

آداگون اس وجہ سے غلط ہے ۔ کہ ہم کو کوئی بات یاد نہیں رہتی۔
نادان ۔ کم سمجھ انسان ! اسی دنیا کی کونسی بات تجھ کو یاد رہتی
ہے ۔ جو پہلے جنموں کے واقعات کے متعلق تو اس طرح
دلیری سے کام لیتا ہے ۔ ذرا صبر کر جا ۔ آج مارچ ۱۹۰۸ء
کی پہلی تاریخ ہے ۔ ذرا بتا تو دے ۔ یکم مارچ ۱۹۰۷ء کو تو
نے کیا کھانا کھایا تھا ؟ کس سے ملا تھا ؟ کیا کیا خیالات
سوچے تھے ؟ اب منہ پر کیوں ہوائیاں اُڑ رہی ہیں ۔ اس قسم
کا منطق فضول ہے ۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا ۔ کہ ہم
اپنی زندگی کے واقعات بھول جاتے ہیں ۔ بالکل غلط ہے۔
برہمانڈی من کی قوت یادداشت نہایت زبردست ہے ۔
وہی کیفیت ہمارے اس پنڈی من کی ہے ۔ وہ بیشٹی ہے ۔ یہ سمشٹی
ہے ۔ وہ بڑا ہے ۔ یہ چھوٹا ہے ۔ وہ عالم کبیر ہے ۔ یہ عالم صغیر
ہے ۔ وہ برہمانڈ ہے ۔ یہ پنڈ ہے ۔ اس میں اور اس میں نسبت
ہے ۔ جو اس میں ہے ۔ وہ اس میں ہے ۔ اگر وہ نہیں بھولتا ۔ تو یہ کیسے بھولا
دیگا ۔ مگر ہم کو یاد رکھنا چاہئے ۔ یاد اور فراموشی کی اصطلاحات کے
استعمال کرتے ہیں ۔ ہماری مراد کا رخ اکثر غلطی و غلط فہمی کی طرف
رہتا ہے ۔ جو کچھ تم کرتے ہو بولتے ہو ۔ سوچتے ہو ۔ سب کا عکس آکاش
کے شفاف آئینہ پر کھچ جاتا ہے ۔ اسی طرح سب کا عکس تمہارے
دل و دماغ میں رہتا ہے ۔ انسان کے دل و دماغ میں عجیب قسم
کا سامان بھرا پڑا ہے ۔ یہ سب سامان اس کے افعال کا نتیجہ ہے۔
اس کی موجودہ حالت انہیں کی وجہ سے ہے ۔ وہ جو اکثر عجیب عجیب

خواب دیکھتا رہتا ہے۔ اس میں بھی وہی راز کام کرتا ہے۔ جو اس
نے پہلے کرم کئے تھے۔ چاہے وہ نیکی کے ہوں یا بدی کے۔ عادات
کا پُرانا سلسلہ یہاں بھی جاری ہو جاتا ہے۔ ایک لڑکا پانچ چھ
برس کی عمر میں ہی باوجود تنبیہ کے شراب پیتا ہے۔ بُری صحبت
کو پسند کرتا ہے۔ مکروہ باتیں سیکھتا ہے۔ کیوں؟ کیونکہ اُس کی عادت
کا میلان پہلے اسی طرف رہا ہے۔ اب وہ پھر ویسا ہی
کام کرتا ہے۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے؟ یہ قوتِ یادداشت ہے۔ ہم
اس طرح اپنے کرموں کا بوجھ اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ اور ہم اس
طرح اپنی قسمت کے بنانے والے آپ ہوتے ہیں۔ اپنا مقدر ہم
خود اس طرح گھڑتے رہتے ہیں۔ اور آئندہ بھی ہماری قسمت خود
ہمارے ہاتھ رہیگی۔ جو ہم کرینگے سوچیں گے۔ وہی بنیں گے۔ اور
ویسے بنیں گے۔ لیکن اس اپنی قسمت کے بنانے میں اتنا اور
خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ اس میں صرف ہمارے اپنے اندرونی جذبات
ہی کام نہیں کرتے۔ بلکہ ہم کو باہر سے بھی مدد لینے کی ضرورت پڑتی
ہے۔ اور کثیر التعداد آدمیوں کے لیئے۔ اس خارجی مدد کی سخت
ضرورت رہتی ہے۔ جس وقت یہ باہری مدد مل جاتی ہے۔ روح کے
اعلیٰ جذبات کو اُبھرنے کا اُسی وقت موقع نصیب ہوتا ہے۔ روحانی
بیداری کا زمانہ آجاتا ہے۔ روحانی کھیل کی ابتدا ہوتی ہے۔ اور وہ
وہ باتیں جو روح کی نسبت ناممکنات سی سمجھی جاتی ہیں۔ سب کا
اظہار ہونے لگتا ہے۔ اور آخر میں انسان مکمل بن جاتا ہے +
کہا جاتا ہے۔ گورو کی ضرورت نہیں ہے۔ اس بات پر

زور دیا جاتا ہے۔ کہ گوروڈم کی بنیاد کو اُکھیڑ کر پھینک دینا چاہئے۔ کیونکہ گوروڈم نے دُنیا میں سخت فساد برپا کئے۔ اور جس نگاہ سے یہ وعظ کیا جاتا ہے۔ ہم اس کی کسی حد تک تعظیم کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کی بنیاد میں کچھ نہ کچھ سچائی بھی ہے۔ جھوٹے گورو سچ مچ دُنیا میں سخت ظلم کرتے ہیں۔ لیکن آپ گوروڈم ہی کے برخلاف یہ صدا نہ سُنیں گے۔ انسان کا ایک اور گروہ کہتا ہے۔ مذہب فساد کی جڑ ہے مذہب نے کروڑوں بندگانِ خُدا کے سر گاجر مولی کی طرح کٹوا دیئے۔ انقلابات اسی کی وجہ سے پیدا ہوئے۔ خرابیوں کا باعث مذہب ہے۔ یہ غیر مذہب پسند آدمیوں کی آواز ہے۔ تیسرا کہتا ہے۔ خدا ہی کی جڑ کو کیوں نہ اُکھیڑ کر رکھ دو۔ کیونکہ اسی کے نام پر خُون کی ندیاں بہائی گئیں۔ اسی سے مذہب کا تعلق ہے اسی کے نام پر پیری و مریدی کا سلسلہ چلتا ہے۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ لیکن سمجھنے والے سمجھتے ہیں۔ یہ بیہودہ باتیں ہیں۔ گو کسی حد تک اس آواز کا نتیجہ ممکن ہے۔ کچھ ہو مگر مذہب خُدا اور گورو کے تعلقات دُنیا سے اس وقت تک کبھی نہیں دُور ہو سکتے۔ جب تک انسان انسان ہے۔ حالتیں بدلتی رہیں گی۔ خیالات تبدیل ہوتے رہیں گے۔ مذہب نئے نئے جامہ پہنتا رہیگا۔ گوروؤں کی تعظیم کا سلسلہ نئی شکل میں ظاہر ہوتا رہے گا۔ نظامِ کائنات میں یہ ضروری بلکہ نہایت ضروری چیز ہے۔ اس کو دُور کر دو۔ پھر انسان کی انسانیت خاک میں مل جائے گی۔ اور کیوں اس کی وجہ ہم آگے بیان کریں گے ؛

کہا جاتا ہے۔ گورو کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ کتابیں بطور
خود اس کمی کو پوری کر سکتی ہیں۔ سُننے میں یہ بات بڑی اچھی معلوم
ہوتی ہے۔ یہ جمہوری اصُول کا جوہر معلُوم ہوتا ہے۔ انسان آزاد
ہو جاتا ہے۔ براہِ راست کتابوں کی مدد سے علم حاصل کر سکیگا۔ لیکن
عملی علم کے حاصل کرنے میں کتابیں کس درجہ تک مددگار ہوتی ہیں۔
اس سوال کے حل کو ہم پڑھنے والوں کی سمجھ بُوجھ کے حوالہ کرتے ہیں۔
اِس وقت چونکہ ہم کو روُحانی نقطہ نگاہ سے دیکھنا منظُور ہے۔
اس لئے ہم قطعی طور پر کہنے کے لئے تیار ہیں۔ کہ روح کی حرکت
دینے والے جذبات کسی حالت میں کتاب سے حاصل نہیں کئے
جا سکتے۔ یہ بالکل غلط خیال ہے۔ رُوح جب کبھی رُوحانی جذبات
کرے گی۔ وُہ براہِ راست رُوحوں سے ہی لے گی۔ اور کسی سے وہ
ایسا استفادہ نہیں کر سکتی۔ ویدوں کے رشی عالموں کو اس برہم
وِدّیا کے حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ گورُوؤں کی خدمت میں رہنا پڑتا
ہے۔ وید موجود تھے۔ اُپنشد موجود تھے۔ ساری کتابیں موجود تھیں۔
کُتب خانے بھرے پڑے تھے۔ مگر کیا کبھی کسی کو کتابوں کی مدد سے
رُوحانی تشفی بھی نصیب ہوئی؟ جواب ملے گا۔ نہیں۔ پراوِدّیا کا
تعلق گورُو سے اور صرف گورُو سے ہے۔ کتابیں یہ علم نہیں بخش
سکتیں۔ جنہوں نے اُپنشد وغیرہ مطالعہ کئے ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔
کہ ہمارے اس دعوے میں کہاں تک صحت ہے۔ سنتوں کے
سنت سنگھ صوفیوں کی مجلس۔ اور روحانی شاغلوں کی انجمن میں
شرکت کرنے والے اِس مضمون کی اہمیت کو اور بھی زیادہ سمجھ

سکتے ہیں۔ چاہے ہم ساری عمر کتابیں پڑھتے رہیں۔ ممکن ہے ہماری
دماغی قوت بہت بڑھ جائے۔ مگر آخر میں ہم کو معلوم ہو جائے گا۔
کہ ہم میں روحانیت ذرا بھی نہیں آئی۔ لوگ بڑی خوشی سے اوروں
کو سنا سنا کر کہتے ہیں۔ دماغ کی ترقی کے ساتھ خود بخود ترقی ہوتی رہتی
ہے۔ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ لیکن اگر یہ بات صحیح ہوتی تو برشیتی سا
عالم ملحد و دہریہ نہ بن جاتا۔ چارواک سے ایسے باریک بین
طبیعت والے ناستک نہ ہو جاتے۔ کتابوں کو پڑھ پڑھ کر ہم کو
اکثر معلوم ہوتا رہتا ہے۔ کہ ہماری روحانی نشوونما بھی ساتھ ساتھ
ہو رہی ہے۔ مگر جب ہم غور سے ساتھ وچار کریں گے۔ تو پتہ لگ
جائے گا۔ کہ عقلی و دماغی ترقی میں کتابوں سے مدد ضرور ملتی ہے۔ مگر
اندرونی روح نے کچھ فائدہ حاصل نہیں کیا۔ یہ دوسری بات ہے
کہ ہم کسی حد تک روح کی بابت کتابوں کے مطالعہ سے اپنے
میں سمجھ حاصل کر لیں۔ مگر اس کی حد یہیں تک ہے۔ کتابیں
روحانیت کی روح ہم میں کبھی نہیں پھونک سکتیں۔ وہ غیر کانی ہیں۔
پڑھے لکھے آدمی کتابوں میں پڑھ کر روحانی مضامین پر لیکچر دیتے
ہیں۔ بڑی فصاحت سے بولتے ہیں۔ لیکن جب کام کا وقت آتا
ہے۔ سچی اور عملی روحانی زندگی بسر کرنے کا موقع ہوتا ہے۔ تو
کتنی کمی نظر آتی ہے۔ وہ بالکل روحانیت سے خالی معلوم
ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ من مت تھے۔ گورومت نہیں تھے۔ اُن کو
نفس تہذیب کا موقع ہاتھ نہیں آیا۔ روح صرف روح سے استفادہ
کرتی ہے۔ کتاب سے نہیں؟

گورو مَا۔ تب جانئے۔ مٹے موہ سنتاپ
ہرش شوک۔ بیاپے نہیں تب گور آپے آپ (کبیر صاحب)

جس خاص رُوح سے رُوحیں رُوحانی جذبات حاصل کرتی ہیں۔ اُسی رُوح کا نام گُورو ہے۔ اور جن رُوحوں میں یہ جذبات حلول کئے جاتے ہیں۔ اُن کو شش یہ چیلا یا مُرید کہتے ہیں۔ ایسے جذبات کے حصُول کرنے کے لئے ضرورت ہے۔ کہ وہ رُوح پاک صاف اور اعلیٰ درجہ کی ہو۔ اِس میں جذبات کے حلول کرنے کی طاقت ہو۔ اور شاگرد اس طرح کا ہو جو جذبات کو قبول کر سکے۔ بیج بھی مضبوط اور مکمل ہو۔ کھیت اچھی طرح تیار ہو۔ سواتی کا بوند باقاعدہ آوے۔ اور خواہشمند سیپ اس کو قبول کرلے۔ بیاس کا مارا پپیہا اس قیمتی بوند (قطرہ) کے شوق کی تڑپ رکھتا ہو۔ اور وہ بوند بھی ایسے صاف شفاف بادل سے آوے۔ جو دُنیاوی گرد و غبار سے مبرا ہے۔ ضرورت ہے بیج مردہ نہ ہو۔ کھیت میں پانس اور کھاد کافی مقدار میں ہو۔ اور جہاں یہ دونوں شرطیں ہونگی۔ وہاں بیج میں اِنکوا اُگ کر عالیشان درخت کی صُورت حاصل کر لیگا۔ اور اُس کی نمو بصُورتی کو دیکھ کر دُنیا ششدر ہو جائیگی۔ کہا گیا ہے۔

دھرم کا واعظ سُنانے والا تعجب انگیز تقریر کا کرنے والا ہو۔ اور اُس کا سُننے والا ہوشیار ہو۔ اور جب یہ دونوں غیر معمولی اور خاص قسم کے وجُود ملتے ہیں۔ اس وقت سوئی ہوئی رُوح کی بیداری کا وقت آجاتا ہے۔ گورو اور چیلے کے یہ اوصاف ہونے چاہئیں۔ یہ سچے گورو اور سچے شاگرد کی تعریف ہے۔ دوسرے

صاف رُوحانی تماشاؤں کے بازیگر ہیں ۔

عجائب پرستی کے خیال سے جو کسی ایسے طریق میں داخل ہوتے ہیں ۔ وہ مذہب کے دائرہ کے باہر رہتے ہیں ۔ ان کو بار یابی کا موقع کم ملتا ہے ۔ بعضوں نے اس کو بھی اچھا کہا ہے ۔ اس سے آئندہ بھگتی کے سنسکار پیدا ہونے کی اُمید رہتی ہے ۔ اور اس میں بھی شک نہیں ۔ کہ رفتہ رفتہ کیفیت کے تیار ہو جانے سے اس میں بیج بونے کا وقت آ ہی جاتا ہے ۔ قانونِ قدرت دُنیا میں کچھ اس طرح سے کام کرتا ہے ۔ کہ جہاں جس بات کی سچی خواہش پیدا ہو جاتی ہے ۔ وہاں سامان خود بخود پہنچ جاتا ہے یہ DEMAND & SUPPEY ڈیمینڈ اینڈ سپلائی کا اصول ہے ۔ جب اس طاقت کو نشوونما ہو جاتی ہے ۔ جو مذہب کی روشنی کو اپنی طرف کھینچتا ہے ۔ تو روحانی سورج آب و تاب کے ساتھ چمکتا ہوا اس کو اپنے نور کا فیض پہنچانے لگتا ہے ۔ یہ صحیح ہے ۔ سچ ہے ۔ اس میں شر موفق نہیں ہے ۔ اور اس نور کو پاکر انسان کا دل نور علیٰ نور ہو جاتا ہے ۔ اور نفس پر غالب آنے کا سامان مل جاتا ہے ۔

ہیچ نہ کُشد نفس را جُز ظلِ پیر
دامنِ آں نفس کُش را سخت گیر
چوں بہ گیری سخت آں توفیق ہوست
ہر کہ قوت در تو آید جاذب اوست (مولانا روم)

ترجمہ :- نفس (مایا) کو سوا گورو کے سایہ کے اور کوئی نہیں مار سکتا ۔ اس لئے تو اس نفس کُش کے دامن کو مضبوطی

سے پکڑ لے۔ اس طرح کا دامن پکڑنا حضرت اکی توفیق سے ہے۔
جو جذبات تجھ میں پیدا ہو گئے۔ اُسی کے جذبات ہیں ؛

مگر اس قدر یاد رکھنا چاہیئے۔ اس میں خطرات بھی ہیں۔ مثلاً دل میں عارضی لہر پیدا ہو جانے سے اُس کو روحانی طلب یا روحانی جذبہ کے معنی میں تاویل کرنا غلطی ہے۔ تم کو اپنی حالت کی نگہداشت ہمیشہ کرنی چاہیئے۔ ہماری زندگیوں میں بارہا ایسے موقع آتے ہیں۔ کہ ہم دُنیا کی طرف سے کھینچے لگتے ہیں۔ مثلاً کوئی رشتہ دار مر گیا۔ دُنیا تاریک نظر آنے لگی۔ کسی نے نقصان پہنچا دیا۔ دُنیا سے نفرت ہو گئی۔ کسی کا لیکچر سُن لیا۔ دُنیا ناقص اور عالم اسباب فانی دکھائی دینے لگا۔ یہ دل کی صرف عارضی حالتیں ہیں۔ ان کو کبھی نہ بھولنا چاہیئے۔ ہم کو سمجھ بوجھ سے کام لیتے ہوئے اصلی جوہر کی طرف نگاہ رکھنی چاہیئے۔ ہم کو دیندار بننا چاہیئے۔ نظر اونچی ہو۔ خیالات بلند ہوں۔ اصلیت ہماری معراج ہو۔ کیونکہ چند ہی روز خواہ چند ہی دنوں میں یہ حالتیں گذر جاتی ہیں۔ اس وقت ہم پھر اپنے اصلی درجہ میں پھسل پڑتے ہیں۔ نہ ویراگ ہے۔ نہ ترکِ دُنیا ہے۔ وہ جذبہ پانی کا ایک بُلبُلا تھا۔ اُٹھا ہوا کا جھونکا لگا۔ مر مٹا۔ پانی کی سطح چکنی کی چکنی رہی۔ ہم اِن عارضی جذبوں کو سمجھتے ہیں۔ یہ روحانیت کی پیاس کی علامتیں ہیں۔ مگر در اصل جلد گذرنے والی حالتیں ہیں۔ اِن کے فریب اور ان کے دام میں نہ آؤ۔ اِن سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ جب تک یہ کیفیت ہے۔ ہم کو ایسا وجود نہیں مل سکتا۔ جو اس جوہر کو ہم میں داخل کر دے۔ مت

کبھی کہو۔ کہ کوئی روحانی پیاس بجھانے والا نہیں ملتا۔ اصلیت یہ ہے۔ تم میں سچّی تلاش اور سچّی روحانی تڑپ نہیں پیدا ہوئی۔ اپنے دل کو خوب مطالعہ کرو۔ وہ خود جواب دیگا۔ کیونکہ "ڈیمینڈ اینڈ سپلائی" کا قانون کبھی غلطی نہیں کرتا؛

جن ڈھونڈھا تن پائیا۔ گہرے پانی پیٹھ
میں بپوری ڈھونڈھن چلی۔ رہی کنارے بیٹھ (کبیر صاحب)

لیکن کوئی گھبرائے کیوں؟ آہستہ آہستہ "اپنی گرڈمٹ" کا خیال رہے۔ روحانی جذبات کی ترقی کا خیال بنا رہے؛

اندرین رہ می تراش و می خراش
تا دمے آخر دمے غافل مباش (مولانا روم)

وقت آئیگا۔ جہاں برتن بن گیا۔ اس میں آبدار موتی رکھ دیا جائے گا۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔ کہ ہم میں بہت کم آدمی ایسے ہیں۔ جن میں روحانیت کی سچی پیاس ہے۔ اور بغیر پیاس کے ہوس کرنا خطرہ سے خالی نہیں؛

دُوسرا خطرہ۔ زیادہ خوفناک خطرہ گوروئے۔ دُنیا میں ایسے لوگ بکثرت ملیں گے۔ جو اگیان اور لاعلمی کے دام میں پھنسے ہوئے اپنے آپ کو دانا اور عقلمند سمجھتے ہیں۔ اور یہی نہیں۔ بلکہ دُوسروں کی رہبری کا بار اپنی گردن پر اٹھانے کو تیار ہیں "اندھا گورو اور اندھا چیلا دو نو نرک میں ڈھیلم ڈھیلا" منڈک اپنشد کہتی ہے۔ نادان تاریکی میں رہنے

سلہ داخل ہو کر۔ سلہ بیچاری؛

والے ۔ مغرور سے اپنے آپ کو دانا سمجھنے والے ۔ ناقص علم پر ناز کرنے والے ۔ ٹھوکریں کھاتے ہوئے اِدھر اُدھر گھوم رہے ہیں ۔ جیسے اندھا اندھوں کی رہبری کرتا ہے ۔ دنیا ایسوں سے بھری ہے ۔ ان سے پرہیز کرو ۔ ان کے گورو ڈم کے برخلاف آواز اُٹھانا صحیح ہے :

اے بسا ابلیس آدم صورت است
پس بہ ہر دستے نشائد داد دست

یہ خود مفلس قلاش ہیں ۔ مگر اوروں کو دولت دیتے ہیں ۔ یہ کمزور ہیں ۔ مگر اوروں کے طاقت ور و تندرست بنانے کا علاج بتاتے ہیں ان کا اخلاق خود کچھ نہیں ۔ مگر معلم اخلاق بننے کا حوصلہ ہے :

پانی ملے نہ آپ کو اوروں بخشت کھیر
آپن من نشچل نہیں اور بندھاوت دھیر

(کبیر صاحب)

باب چھٹا

اِشٹ دیو

اِشٹ دیو بھگتی مارگ کا عام لفظ ہے۔ سب نے اس کو سُن رکھا ہوگا۔ مگر ایسے کم آدمی ملیں گے۔ جنہوں نے اِس کی ماہیت، اہمیت اور فضیلت پر غور کیا ہوگا۔ میں اُمید کرتا ہوں۔ تم بڑی توجہ کے ساتھ میرے الفاظ پر غور کروگے۔ کیونکہ یہی ایک چیز ہے۔ جس کے مناسب طور پر سمجھ لینے سے دُنیا کے تمام مذاہب کی غرض ذہن نشین ہو جاتی ہے۔ "اِشٹ" ایک ایسا لفظ ہے۔ جو سنسکرت کے مادہ اِش سے مشتق ہُوا ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ چاہنا۔ خواہش کرنا اور پسند کرنا۔ دُنیا میں جتنے مذاہب ہیں۔ جتنے مَت اور پنتھ ہیں۔ سب کا اصلی مقصد یہ ہے۔ کہ دُکھ سے نجات ہو۔ اور موکش کی پراپتی کا سُکھ ملے۔ جہاں کہیں تم کو مذہب کے کاروبار کا سلسلہ نظر آوے۔ وہاں سمجھ لو۔ کہ اِن دونوں باتوں کے لئے انسانی جذبات سرگرمی کے ساتھ کوشش میں لگے ہونگے۔ یہ سچ ہے۔ مذہب کے سفلی طبقہ میں اس مقصد یا ان مقاصد کے اظہار میں وضاحت اور سلاست سے کمتر کام لیا جاتا ہے۔ مگر تاہم پھر بھی سب کا منزل مقصود ایک ہی ہے۔ کسی نہ کسی صورت میں سب کا رُخ اُسی کی جانب ہے۔ ہم سب کو دُکھ سے بچنے کی فکر ہے۔

ہم سب آزادی کے خواہشمند ہیں۔ وہ آزادی چاہے جسمانی ہو یا دماغی ہو۔ چاہے روحانی ہو۔ یہی ایک خیال ہے۔ جس کو ملکر دُنیا کام کر رہی ہے۔ مقصد ایک ہے۔ اُس کی تکمیل کی راہیں متعدد ہیں۔ ایک آدمی میں دلی جذبات زیادہ ہیں۔ دُوسرے کی عقل اچھی ہے۔ تیسرے میں سرگرمی و زیادہ کام کرنے کی طاقت ہے۔ و علےٰ ہذا لقیاس ان میں بھی اور درجہ بندی اور تقسیم کی جا سکتی ہے۔ مثلاً پریم ہی کو نہ دیکھئے۔ ایک شخص میں بچوں کی محبت زیادہ ہے۔ دُوسرا اپنی بیوی کو بہت پیار کرتا ہے۔ تیسرے شخص کو اس کی ماں بہت پیاری ہے۔ چوتھا باپ کی محبت کا دم بھرتا ہے۔ دُوسرا اپنے دوستوں کو سب سے زیادہ چاہتا ہے۔ چھٹے شخص کو دیش اور وطن کا پیار ہے چند آدمی ایسے بھی ملیں گے۔ جو کُل انسان کی ہمدردی کے خیال سے متاثر رہتے ہیں۔ مگر اصل میں ان کی تعداد بہت ہی محدود ہے۔ اس قسم کے آدمی میری دانست میں کُل دُنیا میں سَو سے بھی زیادہ نہ ہوں گے۔ گو ہر شخص نوع انسان کی محبت پر لچھے دار تقریر کرنے کا عادی نظر آئیگا۔ بعض سنتوں میں بیشک اس طرح کے جذبات دیکھے گئے ہیں۔ ان ہی لوگوں نے دُنیا کے رُخ کو وقتاً فوقتاً مذہب کی شکل میں پلٹا دیا تھا۔ اُن کے کلام عام طور پر رائج ہو گئے۔ یہاں تک کہ اب اس زمانہ میں نادان اور بیوقوف آدمی بھی کہنے لگے ہیں۔ کہ۔

مرنا بھلا ہے اُس کا جو اپنے لئے جئے
جیتا ہے وہ جو مر چکا انسان کے لئے
ہمدردیں کے ورد نہ بانٹا تو کیا جئے

کچھ دردِ دل بھی چاہیئے انسان کیلئے

گروہ اس کو کیا سمجھتے ہیں؟ اِس کی سمجھ کبھی ان کو نہیں آتی۔ اُن کا دماغ اس قابل ہی نہیں ہے۔ اور وہ یُوں ہی اناپ شناپ ایسا کہا کرتے ہیں۔ انسانی گروہ میں ایسے آدمی بہت ہی کم ہیں۔ جن میں کُل دُنیا کی محبت کا مادہ موجُود ہے۔ باقی انسان ان کی کہی ہُوئی باتوں کو لے کر وعظ و تلقین کرتے ہیں۔ یہ تمام بڑی چیزوں کا حال ہوتا ہے۔ لیکن اس سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وقت آئیگا۔ جب یہ خیال زیادہ اشاعت پائیگا۔ دُنیا ایسے پاک آدمیوں سے کبھی خالی نہیں رہ سکتی۔ گو اِن کی تعداد ہمیشہ کم ہی کیوں نہ رہے؛

اب ہم پھر اپنے مضمون کی طرف رجُوع کرتے ہیں؛

کسی ایک مقصد کی تکمیل کی مختلف صُورتیں ہُوا کرتی ہیں۔ ایک کا خیال دُوسرے سے مختلف ہوا کرتا ہے۔ ایک کی نگاہ کچھ ہے۔ دُوسرے کی کچھ ہے۔ ایک اور پہلو کو دیکھ کر کام کرتا ہے۔ دُوسرا دُوسرے پہلو کو لے کر کام کرتا ہے۔ اگر ان میں نا اتفاقی ہو جاتی ہے۔ تو پھر لڑائی جھگڑے کی نوبت آ جاتی ہے۔ خون خرابہ ہونے لگتا ہے۔ یہ لوگ پھر بھی اپنے آپ کو سچّے کہتے ہیں۔ اور دُوسروں کو غلط اور گمراہ سمجھتے ہیں۔ بھگتی لوگ۔ ان میں سے کسی کو بُرا نہیں کہتا۔ بلکہ اُن کو صحیح سمجھتا ہے۔ اور ہدایت کرتا ہے۔ کہ اپنے اپنے خیالات اور عقائد کی پیروی میں لگے رہو۔ جس طرح کا تمہارا سوبھاؤ ہے۔ اُسی کے مُوافق کام کرنے سے تمہاری ترقی ہوگی۔ ہر شخص کے مزاج میں کسی نہ کسی قسم کی خصوصیّت ہوتی ہے۔ یہ خصوصیّت اس کی

گزشتہ زندگیوں کے کرموں کا نتیجہ ہے۔ چاہے تم اس کو اپنے خاص کرم کے سنسکاروں کا مجموعہ سمجھو۔ خواہ اپنے بزرگوں کے عادات و اطوار کا نتیجہ مانو۔ جو قانون وراثت کے زیر اثر تم کو ملا ہے۔ اس سے بہ آسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ کہ ہم میں سے ہر ایک شخص گذشتہ جنموں کے سنسکاروں کا نتیجہ ہے۔ اور چونکہ یہ صحیح ہے۔ اس لئے ہر شخص کے حرکات و سکنات میں اختلاف ہیں۔ اور اسی وجہ سے ہر شخص کی راہ دوسرے سے جداگانہ ہو گی۔ جس طریقہ کو جو شخص پسند کرتا ہے۔ وہی اس کا راستہ ہے۔ اسی کو "اشٹ دیو" کہتے ہیں۔ اشٹ دیو دراصل ایک خیالی معراج ہے۔ جس کے ذہن میں ایشور کا جیسا خیال آگیا۔ وہی اس کا معراج ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نے سمجھ لیا ہے۔ کہ ایشور تمام برہمانڈ کا قادر مطلق حاکم ہے۔ ممکن ہے۔ اس آدمی میں حکومت کی عادت ہو۔ اور وہ سب کو اپنے تابع رکھنا چاہتا ہو۔ اس لئے اس نے ایشور کو ایسا سمجھ لیا۔ دوسرا شخص جو کسی مدرسہ کا مدرس ہے۔ ایشور کو انصاف پسند اور عادل خیال کرتا ہے۔ جو بُرے کرموں کی سزا اور بھلے کرموں کی جزا دیتا ہے۔ ہر شخص ایشور کو اپنی اپنی خاص نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور جس کی خیالی نگاہ میں وہ جیسا نظر آتا ہے۔ وہی اس کا اشٹ دیو ہے۔

جاکی رہی بھاونا جیسی
گورو مورت دیکھی تن تیسی

ہم نے جس طرح اپنی نگاہ جمائی ہے۔ ویسے ہی ہم کو نظر آوے گا۔ ہم کسی طرح اور پہلو نہیں دیکھتے نہ دیکھ سکتے ہیں۔ تم دیکھو۔ تم

ایک شخص کی تعلیم کو بہت پسند کرتے ہو۔ اور اس کو تمام معلموں
میں سے اچھا سمجھتے ہو۔ اور اس کی تعلیم تمہارے مزاج کے موافق ہے۔
تم اپنے دوست سے اس کی تعریف کرتے ہو۔ وہ تمہارے کہنے پر
اس کے پاس جاتا ہے۔ مگر وہ تعلیم اس کو پسند نہیں آتی۔ اور وہ اس
کو بدتر سمجھتا ہے۔ تمہارا دوست غلطی پر نہیں ہے۔ اس سے جھگڑا کرنا
بیسود ہے۔ ممکن ہے۔ تعلیم اچھی رہی ہو۔ مگر اس کے لئے موزوں
نہیں تھی۔ اس کا مزاج اور طرح کا تھا۔ اس کی سمجھ اور طرح کی تھی۔ اس
کو یاد رکھو۔ کہ سچائی بھی ہے۔ اور ساتھ ہی جھوٹ بھی ہے۔ ابتدا
میں تم اس کو غلط سمجھو گے۔ اور اس میں اجتماع ضدین کا نقص بتاؤ گے۔
مگر تم کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اصلی سچائی تو ایک ہے۔ باقی اور تمام
سچائیاں نسبتی ہیں۔ اور وہ صرف اپنے خاص طبقہ میں سچائی ہیں۔ دوسرے
طبقوں کے لحاظ سے ان کی صورت میں فرق آ جاتا ہے۔ یہ برہمانڈ
ایک طرح کی غیر تبدیل چیز ہے۔ ہمیشہ سے ہے۔ ہمیشہ رہے گا
مگر ہم تم اور ہر ایک شخص اپنے اپنے برہمانڈ کو دیکھتا ہے۔ سورج
بھی ایسا ہی ہے۔ مگر سینکڑوں آدمی کھڑے ہو کر اپنے اپنے سورج کو
علیحدہ علیحدہ دیکھتے ہیں۔ ہم مجبور ہیں۔ کہ سورج کو مختلف نگاہوں سے
دیکھیں۔ ذرا دنیا کے آب و ہوا میں فرق آنے دو۔ اور منظر میں اختلاف
پیدا ہو جائیگا۔ اس لئے نسبتی پہلوؤں سے نگاہ کرنے کی وجہ سے
ہمیشہ اختلاف پیدا ہوتے رہیں گے۔ مگر اصلی سچائی سچائی ہی بنی رہیگی۔ اس
لئے اگر کوئی شخص تم سے اپنے مذہب کی بابت گفتگو کرتا ہو۔ اور وہ
گفتگو تمہاری سمجھ میں معقول نہ معلوم ہوتی ہو۔ تو تم اس سے جھگڑا

نہ کرو۔ کیونکہ تمہاری نگاہ میں اور اس کی نگاہ میں فرق ہے۔ تم کو یاد
رکھنا چاہیئے۔ کہ ممکن ہے۔ تم دونوں اپنے اپنے خیال کے موافق صحیح ہو۔
سُورج کے مرکز تک پہنچنے کے لئے کروڑوں خطوط بن سکتے ہیں۔ اور جو
جس قدر مرکز سے دُور ہوگا۔ اُتنا ہی اُس میں اور نزدیک والے میں فرق
ہوگا۔ مرکز ایک ہی ہے۔ مگر بعد دُوری کی وجہ سے فرق رہتا ہے۔
جو شخص جتنے فاصلہ پر ہوگا۔ اُس کو وہ اُتنا ہی کم نظر آئیگا۔ سُورج تو ہر
حالت میں ایک ہے۔ مگر نزدیک والے کو بڑا اور دُور والے کو چھوٹا
دکھائی دیتا ہے۔ دونوں اپنی اپنی جگہ پر صحیح اور سچے ہیں۔ ایسی
حالت میں سمجھ دار آدمی لڑنے جھگڑنے سے ہمیشہ پرہیز کیا کرتے
ہیں۔ اِس کے حل کی صُورت صرف یہ ہے۔ اگر سب مرکز پر پہنچ جائیں
تو پھر اختلافات خود بخود دُور ہو جائیں گے۔ اگر سو آدمی مختلف خیالات
والے اکٹھے ہو کر محض بحث و مباحثہ سے باہمی اختلافات کو سینکڑوں
برس تک دُور کرنے کی کوشش میں لگے رہیں۔ تب بھی یہ اختلافات
دُور نہیں ہوں گے۔ اور اِن میں اتفاق نہ پیدا ہوگا۔ تواریخوں کو پڑھو۔
اور تم اصلیت کو سمجھ جاؤ گے۔ اِس معمّہ کا حل صرف یہی ہے۔ کہ سب
لوگ مرکز کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے چلیں۔ کوئی وقت خود بخود
آجائیگا۔ جب اختلافات دُور ہو جائیں گے؛

"اشٹ دیو" کا مسئلہ صاف طور پر بتاتا ہے۔ کہ ہر شخص کو اپنا
مذہب آپ منتخب کرنا چاہیئے۔ مَیں جس چیز کو پُوج رہا ہُوں۔ تم اُس
کو نہیں پُوج سکتے۔ یہ غیر ممکن ہے۔ دُنیا میں ایک مذہب پھیلانے
کے لئے خونریزیاں ہوئیں۔ منطق۔ دلائل اور خون سے بھینے

والی تلواروں نے سینکڑوں برس کوششیں کیں کہ تمام انسان بھیڑ بکریوں کی طرح ایک ہی خدا کے گلہ میں لکھائیں۔ ایک ہی کی پرستش کریں۔ مگر یہ سب ناکامیاب ہوئے۔ اور ہمیشہ ناکامیاب ہوں گے۔ کیونکہ یہ غیر ممکن ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس کوشش میں انسان کی بربادی وتباہی کا خطرہ رہتا ہے۔ تم کو کوئی مرد یا عورت نہ ملے گی۔ جو کسی نہ کسی مذہب کی دھن میں نہ رہتی ہو۔ مگر ان میں سے بہت کم آدمیوں کو اطمینان کی صورت نصیب ہوتی ہے۔ بہت کم روحانی تسکین پاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ کیونکہ وہ غیر ممکن کی تلاش میں ہیں۔ وہ دوسروں کے بتائے ہوئے طریقوں کی پیروی کرتے ہیں۔ مثلاً میں بچہ کی حیثیت میں پیدا ہوا۔ میرے باپ نے ایک کتاب میرے ہاتھ میں رکھ دی۔ اور کہنے لگا۔ خدا اس طرح کا ہے۔ اس کو کیا مجاز ہے کہ اپنے خیالات میرے دل میں حلول کرے؟ اس کو کیا معلوم ہے۔ کہ میری روحانی تکمیل کے لئے کون سا طریقہ مناسب ہے؟ جو نادانی اور جہالت کی وجہ سے وہ خواہ مخواہ اپنے خیالات میرے ننھے سے دماغ میں بھر رہا ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ میری بالیدگی میں فرق آجائیگا۔ میری تکمیل کی صورت بگڑ جائے گی۔ خاص خاص بیج صرف خاص خاص زمین میں پیدا ہوتے ہیں۔ جس روز تم کو یہ طاقت آجائے۔ کہ تم بیج کی عدم موجودگی میں درخت پیدا کر سکو۔ تو شاید اس وقت بچہ کے سکھلانے کی لیاقت آئے گی۔ لڑکا خود اپنی تعلیم آپ کرتا ہے۔ تم صرف اس کی مدد کر سکتے ہو۔ اور بس۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں صرف دقتوں اور روکاوٹوں کو اس کی راہ سے دور کردو۔ اور وہ خود

اپنے مزاج اپنے خواص اور اپنی سرشت کے موافق ترقی کرتا جائیگا۔
زمین کو ذرا پولی کر دو۔ تاکہ پودا آسانی سے باہر نکل آوے۔ اس کے ارد
گرد برائے نام مدو کاٹ رہے۔ تاکہ اس کو جانور نہ چر جائیں۔ اور برف
پالا اور گرمی سے وہ خراب نہ ہونے پاوے۔ تمہارا صرف اتنا
ہی کام ہے۔ اس سے زیادہ تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ باقی کام اس
کا دل کریگا۔ اندر اندر ہی اس میں نئے نئے جذبات اس کے سنسکاروں
کے موافق پیدا ہوتے رہیں گے۔ اس طرح لڑکے کی تعلیم
ہو۔ وہ خود اپنی تعلیم کرے۔ تم میرے مضمون کو پڑھ رہے ہو۔ شام
کو جب تنہائی میں بیٹھو۔ سوچو۔ تم نے کیا پڑھا ہے۔ اور تم کو معلوم
ہو جائیگا۔ کہ یہ خیالات خود تمہارے دل میں موجود تھے۔ میں نے
صرف واضح کر کے اُن کو سمجھا دیا ہے۔ میں تم کو کچھ نہیں سکھا سکتا
ہوں۔ تم کو اپنی تعلیم خود کرنی ہوگی۔ ہاں میں خیالات کی وضاحت
کے سلسلہ میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ یہی حال مذہب کا ہے۔ مذہب
کی تعلیم انسان خود آپ کرتا ہے۔ میرے باپ کو مجاز کیا ہے
کہ وہ خواہ مخواہ غلط یا صحیح خیالات میرے دماغ میں ٹھونستا رہے؟
سوسائٹی کو کیا منصب ہے۔ کہ وہ فضول باتیں میرے دل
میں حلول کرے؟ ممکن ہے وہ نیک ہوں۔ لیکن اُن کا طریقہ میرا
طریقہ نہیں ہو سکتا۔ اس کی برائی کی طرف تو ذرا غور کرو۔ آج دنیا
میں کروڑوں معصوم لڑکے کس طرح ذبح کئے جا رہے ہیں۔ کتنی
خوبصورت چیزیں جو روحانی سچائیوں کی دلکش تصویریں بنتیں۔ محض
خاندانی یا قومی، مذہبی خیالات کی وجہ سے ابتدا ہی میں اکھیڑ دی جاتی

ہیں۔ سوچو تو سہی اس وقت جب تم لڑکے تھے۔ کیسے باطل عقائد اور توہمات کی تم کو تعلیم دی جاتی تھی۔ ان سب باتوں نے تم کو نہ صرف آدھا وہم پرست بنا دیا۔ بلکہ تم اس لمحہ میں خود اپنے بچوں کے ساتھ بھی وہی سلوک کر رہے ہو۔ انسان نہیں جانتا۔ کہ وہ ناوانستگی میں کس قدر برائیاں کرتا رہتا ہے۔ اور یہ ناوانفیت اس لئے اچھی ہے۔ ورنہ وہ نہایت حسرت کے ساتھ خودکشی کر بیٹھتا۔ اس کو معلوم نہیں۔ کہ ہر خیال و ہر کام کے پس پشت کتنی زبردست طاقت چھپی رہتی ہے۔ پرانا مسئلہ ہے۔ "جہاں جاتے ہوئے فرشتوں کے پر جلتے ہیں۔ وہاں نادانوں کو جرأت ہوتی ہے" اس لئے کس طرح بچاؤ ہو سکتا ہے؟ بچاؤ صرف اِشٹ کے مسئلہ پر اعتقاد کرنے سے ہوتا ہے۔ دنیا میں ہزاروں قسم کی معراجیں ہیں۔ مجھ کو کوئی منصب نہیں ہے۔ کہ میں تم کو کہوں۔ کہ میری معراج کو قبول کرو۔ میرا فرض صرف یہ ہے۔ کہ میں ان سب کو تمہارے سامنے پیش کر دوں۔ اور تم خود اپنے طبعی میلان سے مشورہ لے کر جس کو چاہو پسند کر لو۔ ان میں سے کسی ایک کو لے لو۔ اور ساری زندگی اسی کی تکمیل میں لگے رہو۔ یہی تمہارا آئیڈیل ہے۔ اور تمہارا خاص اِشٹ ہے۔ لوگ سماجک دھرم پر بڑا زور دیتے ہیں۔ ان کی دانست میں سوشل مجمع کی پرستش ہی سب کچھ ہے مگر ایسا نہیں ہے اصلی مذہب ہر شخص کا جداگانہ ہے۔ میرے خیالات کچھ اور ہیں۔ مجھ کو چاہئے ان کو پاک سمجھ کر پوشیدہ رکھوں۔ کیونکہ مجھ کو معلوم ہے۔ وہ تمہارے خیال نہیں ہوتے اور

دُوسرے اپنے خیالات کے خواہ مخواہ اظہار کرنے سے سوسائٹی
کے امن میں خلل کا اندیشہ رہتا ہے۔ میں کیوں ایسا خلل پیدا
کروں؟ اور کیوں چھیڑ چھاڑ کر کے دُوسروں کو لڑائی کے لئے آمادہ
کرتا رہوں۔ دُنیا یونہی بیوقوف و بے تمیز پاگلوں سے بھری ہوئی
ہے۔ میں خود اکثر سوچتا رہتا ہوں۔ دُنیا ایک زبردست پاگل خانہ
ہے۔ یہ ایشور کا ریوڑ ہے۔ جس میں طرح طرح کے جانور موجُود ہیں۔
اگر میں اُن سے اپنے خیالات نہ کہوں تو وہ مجھ سے نہ لڑیں گے۔ لیکن
اگر اُن پر میں اپنے خیالات کا اظہار کرنا شروع کر دُوں۔ تو وُہ
مخالفت پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اس لئے اُن سے کہنے کی ضرورت
ہی کیا ہے؟ ہر شخص کو اپنا اِنٹلٹ پوشیدہ رکھنا چاہیئے۔ اُس
کا جاننا صرف، ہمارا کام ہے۔ وُہ دوسروں کے جاننے کے لئے نہیں
ہے۔ وہ تمہارے اور تمہارے ایشور کے درمیان کا معاملہ ہے۔
جہاں تک نام مذہب کے مسئلہ و مسائل سے تعلق ہے۔ اُس
کا عوام میں وعظ سناؤ۔ اور اس کو سوشل مذہب بناؤ۔ لیکن جہاں
مذہب کے اعلیٰ اصُول کا خیال ذہن میں آوے۔ اُس کے پبلک
کے اظہار کرنے کی مُطلق ضرورت نہیں ہے۔ میں پانچ منٹ کے
نوٹس پانے پر اپنے مذہبی خیالات و محسوسات کو کبھی دوسروں
پر ظاہر کرنے کے قابل نہیں ہو سکتا ہوں۔ اس تمسخر اور بیہودہ حرکت
کا کیا نتیجہ ہوگا؟ یہ مذہب کے نام پر مخول کرنا اور ہنسی اُڑانا ہے۔
یورپ کے گرجا گھروں میں اکثر عورتیں اپنی خوش نمائی اور
خوش پوشاکی دکھانے جاتی ہیں۔ اور گویہ ایسی جگہیں ہیں جہاں

عیسائیوں کی شادی ہوتی ہیں ۔ مگر اُن مقامات کو شادی سے پہلے
نمائشں گاہ کی جگہوں میں تبدیل کر دیا جاتا ہے ۔ کیا یہی مذہب ہے!
یہاں ہر چیز کو باقاعدہ بنایا جاتا ہے ۔ پانچ منٹ گانا پانچ منٹ بجانا ۔
پانچ منٹ کی دُعا ۔ سب کا انتظام پہلے ہی سے کیا ہوُا رہتا
ہے ۔ یہ خوفناک چیزیں ہیں ۔ ان سے بچنا چاہئے ۔ ان نمائشوں
سے مذہب کوسوں دوُر ہے ۔ اور اگر چند صدیوں تک یہ سلسلہ
جاری رہیگا ۔ تو مذہب کا نام و نشان تک باقی نہ رہیگا ۔ جہاں تک
فلاسفی اصُول اور مسائل کا تعلق ہو ۔ اچھی طرح کھلے دل اُن پر
لیکچر بازی کرو ۔ لیکن جب مذہب کی عملی کارروائی کا وقت آوے ۔
اپنے کمرے میں چلے جاؤ ۔ دروازہ بند کر لو ۔ اور پوشیدہ طور پر ایشور
کی پرارتھنا کرو ۔

یہ اِشٹ دیو کے متعلق تعلیم ہے ۔ اگر ذرا بھی اس کی سمجھ آجائے ۔
تو پھر نہ صرف لڑائی جھگڑے ہی ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے ۔
بلکہ رُوحانی ترقی کا دروازہ ہر شخص کے لئے کھُل جائے گا ۔
لیکن یاد رکھو میرا مطلب یہ کبھی نہیں ہے ۔ کہ تم خفیہ مذہبی مجلسیں
قائم کرو ۔ میں اس کو بڑی شیطنت کا کام سمجھتا ہوُں ۔ یہ شیطانی
حرکت ہے ۔ مذہب پاک شے ہے ۔ وہ پوشیدہ رکھنے
کی چیز نہیں ہے ۔ اِشٹ کا دُوسروں پر اظہار نہ کرنے کا خاص
سبب صرف یہ ہے ۔ کہ وہ صرف تمہارا اشٹ ہے ۔ دُوسروں
کا نہیں ہے ۔ ممکن ہے ۔ اُس سے بہتوں کا بھلا ہو ۔ لیکن ایسا
بھی ممکن ہے ۔ کہ دُوسرے اُس کو سن کر آزردہ خاطر ہو جائیں ۔

بعض آدمی ایسے ہیں گے - جو شخصی خدا کی پرستش نہیں کر سکتے - کیونکہ
ان کی سمجھ میں خدا میں شخصیت قائم نہیں کی جا سکتی - وہ اُس کو
نرگُن مانتے ہیں - اُن کے نزدیک شخصی خدا کا امکان نہیں ہے -
اُن کا خیال پاک ہے - مگر وہ مخفی اسرار نہیں ہے - آج تک
کوئی مذہب ایسا نہیں ہوا - جس نے خفیہ انجمن بنا کر مذہب کی
تعلیم دی ہو - ہندوستان میں ایسی مذہبی خفیہ سوسائٹیاں ایک
بھی نہیں ہیں - یہ صرف مغربی ملکوں کی اُپج ہے - اور وہ ناحق
اس ملک کو بھی ایسی بد بلا کا تختہ مشق بنانا چاہتے ہیں - ہندوستان
میں کبھی کسی وقت مذہبی خفیہ انجمنیں نہیں تھیں - یورپ میں پہلے
کسی شخص کو مجاز نہیں تھا - کہ مسیحی مذہب کے برخلاف زبان کھولے جو
اس کے عقائد میں ترمیم و تنسیخ کرنا چاہتے تھے - اُن کو پہاڑوں و
وادیوں میں چھپ کر رہنے کی مجبوری تھی - وہ خفیہ انجمنیں بناتے
تھے - اور یہاں اپنے خاص مذہبی ارکان کی پرستش کرتے تھے - ہندوستان
میں کبھی ایسا وقت نہیں آیا - جبکہ مذہبی اختلاف رائے کی وجہ سے
کسی پر ظلم روا رکھا گیا ہو - اس لئے ہمارے یہاں کسی وقت
میں بھی اس کی ضرورت نہیں محسوس ہوئی - خفیہ سوسائٹیاں بد نیتی
اور بدکاری میں تبدیل ہو جاتی ہیں - مجھ کو دنیا کا بہت بڑا تجربہ ہے -
خفیہ سوسائٹی بن کر لوگ عشقیہ معاملات اور بھوت پریت کے
توہمات میں پھنس جاتے ہیں - بھولے بھالے آدمی ناحق مارے
جاتے ہیں - ممکن ہے - بعض لوگ ان سطروں کو پڑھ کر ناراض
ہو جائیں - مگر یہ حقیقت ہے - اور سچائی کے کہنے میں مجھ کو کچھ تامل

ہو۔ میری بات چاہے۔ صرف پانچ ہی چھ آدمی سنیں۔ گروہ سچے آدمی ہوں۔ پاک۔ نیک نیت اور دل کے صاف۔ مجھ کو ہجوم کی ضرورت نہیں۔ آدمیوں کے ہجوم سے کیا کام نکلتا ہے؟ دُنیا کی تواریخ کو اُنے گِنے چند درجن آدمیوں نے بنایا ہے۔ جن کے نام اُنگلیوں پر شمار کئے جا سکتے ہیں۔ باقی سب معمولی آدمی تھے۔ تمام خُفیہ سوسائٹیوں کی بُنیاد اُن آدمیوں سے پڑی ہے۔ جو جھوٹے اور مکّار تھے۔ ایشور کو کوئی شخص دھوکا نہیں دے سکتا ہ

انسان اور حیوان سب میں کچھ نہ کچھ عقل ہے۔ جو خود ذرا معمولی درجہ سے گذر جاتے ہیں۔ ان کی عقل بھی اونچی ہو جاتی ہے۔ لیکن ان سے بھی زیادہ علم حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ جس کو الہام کہتے ہیں۔ اس علم کے لئے حجت یا دلیل کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی۔ یہ بجلی کی کوند کی طرح چمک اُٹھتا ہے۔ اور انسان اس کو قبول کر لیتا ہے۔ یہ اعلےٰ درجہ کا علم ہے۔ مگر اس بات کا یقین کیسے کر لیا جائے۔ کہ کسی کو الہام ہوتا ہے۔ آج کل ایک نادان آدمی آجاتا ہے۔ اور کہنے لگتا ہے۔ کہ مجھ کو الہام ہوا ہے۔ لیکن پتہ کیسے لگے۔ کہ یہ صحیح کہتا ہے۔ الہام کی اصلی تعریف یہ ہے۔ کہ وہ عقلی معاملات کا مخالف نہ ہو۔ ایسے آدمیوں کے دھوکہ میں آنا بھی غلطی ہے۔ ایک بیوقوف آدمی ایک عجیب وغریب قصہ سنا جاتا ہے۔ لوگ اس

کے گرد ہو لیتے ہیں - دُوسرا اگر اس سے بھی بڑا قصہ سُناتا ہے - اس کی بھی آؤ بھگت ہوتی ہے - یہ سخت کمزوری کی علامت ہے - جس قوم میں ایسی ضعیف الاعتقادی ہو وہ جلد کمزور ہو کر بگڑ جاتی ہے ÷

ہم کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے "ایشور پریم ہے" اور باقی سب فضول ہے - گنگا کے کنارے رہ کر جو شخص کنواں کھودتا ہے - اس سے زیادہ نادان کون ہوگا - جو ہیروں کی کان میں پہنچ کر پوٹ اٹھاتا ہے - وہ واقعی سخت احمق ہوگا - ایشور ہیروں کی کان ہے - ایشور کو چھوڑ کر جو لوگ قصہ کہانی - بھوت پریت عجیب و غریب تماشے اور بیہودہ باتوں میں پھنستے ہیں - وہ سخت جاہل ہیں - اس سے روحانی ترقی نہیں ہوتی - ان سب کو ترک کرو - ایشور کی پرستش کرو - تم پاک - نیک اور روحانی طور پر نیک بنتے جاؤ گے - کیونکہ ایشور پاک ہے - نیک ہے - اور روح ہے - لوگوں کے دل کی بات جان لینا یا سپرچو الزم کے تماشوں کا شیدائی بننا مذہب نہیں ہے - انسان کو مضبوط و ثابت قدم بن کر پریم کے ایشور کی تلاش کرنی چاہئے - پاکی اور پریم سے زیادہ طاقت والی چیز اور کوئی بھی نہیں ہے - دُنیا پر صرف پریم اور پاکی سے حکومت ہوتی ہے - ایشور کا پریم کمزور آدمیوں کو نہیں ملتا - اس کے لئے ضروری ہے - کہ انسان جسمانی - دماغی اور روحانی لحاظ سے طاقتور اور مضبوط ہو - کمزوری سے ہمیشہ بچ کر رہو -

چاہے وہ جسمانی ہو۔ اخلاقی ہو یا دماغی یا روحانی ہو۔ صرف ایشور سچا ہے۔ اِس کے سوا اَور سب کچھ متھیا ہے۔ ایشور کے پانے کی فکر ہو۔ دُنیا میں باقی اَور تمام باتیں مزخرفات سمجھے جانے کے قابل ہیں ؛

باب ساتواں

پرا اور اپرا بھگتی

سوائے بدھ اور جین مذہب کے دنیا میں غالباً اور کوئی ایسا طریق نہیں ہے۔ جس میں شخصی ایشور کی پرستش کا خیال موجود نہ ہو۔ قریب قریب ہر مذہب کے پیروکار اس واجب الوجود کو شخصی حیثیت دے کر پرستش کرتے ہیں۔ کوئی اس کو باپ کہتا ہے کوئی ماں کہتا ہے۔ کوئی مِتر کہتا ہے۔ کوئی راجہ کہتا ہے۔ یہ سب شخصیت کے پرستاروں کے اصطلاحات ہیں۔ ان میں سے جو لوگ ایشور کے خیال میں ایسے الفاظ استعمال کرتے نظر آویں۔ سمجھ لو۔ ان کے پردہ میں شخصیت کا خیال مضبوطی کے ساتھ موجود ہے۔ جو شخصیت کے خیال سے اس کی پرستش کرتے ہیں۔ وہ اس کو سرگن مانتے ہیں۔ بدھ اور جین مذہب میں شخصی ایشور کا خیال نہیں ہے۔ مگر اس کی جگہ ان لوگوں نے اپنے مذہبی آچاریوں کی شخصیت کو قائم کیا ہے۔ اور ان کی تعظیم اور پوجا بالکل ویسے ہی کی جاتی ہے۔ جیسے اور مذہبوں میں شخصی ایشور کی ہوتی ہے اس پرستش کے ساتھ طرح طرح کے رسم و رواج کی ایجاد ہوتی ہے۔ ان کا ایجاد ہونا بھی ایک قدرتی فعل ہے۔ کسی نہ کسی وجود کی پرستش کرنا یا اس کے پریم و محبّت کا دم بھرنا انسان کے لئے ایک قدرتی

جذبہ معلوم ہوتا ہے۔ اِس پریم اور بھگتی کا اظہار مختلف طریقوں پر کیاجاتا ہے۔ اور اِس کے درجے ہیں۔ کیونکہ مذہب کے پریم و بھگتی میں مدارج نظر آتے ہیں۔ ادنیٰ درجہ کا مذہب شریعت اور کرم کانڈ ہے۔ بہت کم انسان ایسے ہیں۔ جو لطیف و باریک مضمون کو سمجھ سکتے ہیں۔ مگر جب وہی لطیف مضمون کچھ کرثقلی درجہ میں محسوس یا کثیف صورت میں منتقل ہو آتا ہے۔ تب اُس کی سمجھ آجاتی ہے۔ اور اسی وجہ سے ہر قسم کے مذہب میں شریعت اور مختلف قسم کے رسم ورواج و شکل و صورت کی ایجاد ہوگئی۔ دُنیا کی تواریخ کے ہر حصہ میں تم کو نظر آئیگا۔ کہ انسان کے کثیف علامات اور فرضی نشانات کے ذریعہ لطیف اور اصلی شے کے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اِن میں شنکھ۔ گھنٹہ۔ کتاب۔ مورتیں۔ سب کچھ آجاتی ہیں۔ انسان کی اندریاں صرف کثیف شے کو دیکھتی ہیں۔ اور پھر انسان کے ذہن میں لطیف اور باریک مضمون کے سمجھنے کی بتدریج قابلیت آتی ہے ؛

ہر مذہب میں بارہا اِن سب باتوں کے برخلاف جدوجہد کی گئی۔ مگر ساری کوشش رائیگاں گئیں۔ جب تک انسان اپنی موجودہ حالت میں ترقی نہیں کرتا۔ اُس کو لطیف شے کی سمجھ آنی مشکل ہے۔ انسانی گروہ کی کثیر تعداد کا رُخ اسی طرف رہتا ہے۔ مسلمانوں نے کوششیں کیں۔ ناکامیاب رہے۔ پروٹسٹنٹ عیسائیوں نے اس کے برخلاف جنگ و خونریزیاں کیں۔ مگر سب بیسود ثابت ہوئیں۔ کچھ دلوں کے لئے چاہے

برائے نام تبدیلی آجائے - مگر بعد کو کسی نہ کسی طریقہ میں وہی باتیں پھر داخل ہو جاتی ہیں - صرف فرق اتنا ہے - ایک شکل مٹ جاتی ہے اس کی جگہ دوسری گھڑی کر لی جاتی ہے - مسلمان دوسروں کے رسم ورواج پر لعن طعن کرتے ہیں - غیر مذاہب والوں کو محض ان کی پیروی کی وجہ سے بے دین اور کافر سمجھتے ہیں - مگر کعبہ کی مسجد میں جا کر وہ بھی وہی کام کرتے ہیں - دیندار مسلمان جب نماز پڑھتا ہے - تو کعبہ کی طرف رخ کرتا ہے - اور دل میں نیت باندھتا ہے - کہ میں کعبہ میں کھڑا ہوں - اور جب اتفاق سے وہاں جاتا ہے - تو ایک سیاہ پتھر کو جو دیوار میں نصب ہے - بوسہ دیتا ہے - اس کا نام سنگِ اسود ہے - مسلمانوں کا عقیدہ ہے - کہ اس بت کو جتنی دفعہ بوسہ دیا جائیگا - قیامت کے دن اتنا ہی ثواب ملے گا - اس کے سوا وہاں ایک چاہِ زمزم ہے - جو کوئی اس کا پانی نکال کر پیئے گا - اس کی شفاعت ہوگی - اور اس کو نیا جسم ملیگا - اور قیامت کے بعد دائمی زندگی اس کے حصہ میں آویگی -

اسی طرح عیسائیوں کا حال ہے - ان میں وہ لوگ پروٹسٹنٹ کہلاتے ہیں - اپنے گرجا گھر کو اور سب مقامات سے زیادہ پاک سمجھتے ہیں - رومن کیتھلک عیسائی بت پرست ہیں - یہ گرجا پرست ہیں - بات کیا ہوئی - صرف صورت و شکل بدل گئی - اس لئے اب تک اصلاح کی جتنی کوششیں ہوئی ہیں - سب لاحاصل - مگر ان کے برخلاف جنگ و جدل کرنے کی کیا ضرورت ہے ؟ یہ دنیا خود ایک نشان ہے - اس کے پس پشت کوئی اور وجود

رہتا ہے ۔ اس کی مدد سے اس کی سمجھ آتی ہے یہ جو سورج میں ہے ۔ مگر سورج میں نہیں ہے ۔ سورج اس کو نہیں جانتا ۔ سورج اس کا جسم ہے ۔ وہ سورج میں رہ کر اس کو قاعدہ میں رکھتا ہے ۔ وہی تیرا لایزال اور لافانی آتما ہے ‘‘ جو آگ میں ہے ۔ مگر آگ نہیں ہے ۔ آگ اس کا جسم ہے ۔ آگ اس کو نہیں جانتی ۔ وہ آگ میں رہ کر اس کو قاعدہ میں رکھتا ہے ۔ وہ تیرا لایزال اور لافانی آتما ہے ‘‘ جو پرتھوی میں ہے ۔ مگر پرتھوی نہیں ہے پرتھوی اس کا جسم ہے ۔ پرتھوی اس کو نہیں جانتی ۔ وہ پرتھوی میں رہ کر اس کو قاعدہ میں رکھتا ہے ۔ وہی تیرا لایزال اور لافانی آتما ہے ‘‘ ’’جو آنکھ میں ہے ۔ مگر آنکھ نہیں ہے ۔ آنکھ اس کا جسم ہے ۔ آنکھ اس کو نہیں جانتی ۔ وہ آنکھ میں رہ کر اُس کو قاعدہ میں رکھتا ہے ۔ وہی تیرا لایزال اور لافانی آتما ہے ‘‘ وعلیٰ ہذا القیاس یہ اُپنشد کا کلام ہے ۔ یہ دُنیا جیسا پہلے کہا گیا ہے ۔ خود ایک قسم کی نشان ہے ۔ اور اُسی کے ذریعہ ہم اس وجود کے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ جو اس کے پس پشت ہے ۔ اور اسی وجہ سے شریعت کے رسم و رواج کا دُنیا میں عملدر آمد رہا ہے ۔ یہ صرف مددگار ہیں ۔ روحانیت کے تقویت دینے میں اُن سے مدد ملتی ہے ۔ مگر ان ہی کو سب کچھ سمجھ لینا سخت غلطی ہوگی ۔ جو ہمیشہ کرم کانڈ میں پڑا رہتا ہے ۔ اس کی ترقی محال ہے ۔ اور ایسے نادانوں کو کبھی روحانی عروج نصیب نہیں ہوتا ؎

شریعت کے برخلاف جہاد کرتے رہنا فضول ہے ۔ بغیر کثیف

کی مدد کے تم ابتدا میں لطیف شے کو سمجھ کیسے سکو گے؟ اس کو اچھی
طرح سمجھ لو۔ ممکن ہے۔ عقلی نقطہ نگاہ سے تم زبردست بن جاؤ۔ مگر
روحانیت کے لحاظ سے بچّہ سے زیادہ تمہاری وقعت نہیں ہے۔
بلکہ ممکن ہے۔ اس سے بھی گئے گذرے ہو۔ روح اور عقل میں
فرق ہے۔ اس کا تم امتحان کر سکتے ہو۔ تم سب لوگوں کو یقین دلایا
گیا ہے۔ کہ محیطِ کُل پرماتما کا درشن کرو۔ کتنے آدمی تم میں موجود ہیں۔
جو محیطِ کُل کی مُراد سمجھ سکتے ہیں؟ اگر تم سخت کوشش کرو گے۔ تو
زیادہ سے زیادہ سمندر۔ آکاش۔ یا ایسی چیز کا خیال باندھ سکو گے۔
مگر یاد رکھو۔ سمندر اور آکاش سب مادی چیزیں ہیں۔ دیکھو۔ بحث
و تقریر میں۔ غور و فکر میں بھی تم مادّی اشیاء سے مدد لئے بغیر کچھ
کام نہیں کر سکتے۔ پھر لطیف شے کو کیسے سمجھ سکتے ہو۔ جتنا تم
سمجھو گے۔ سب مادی ہی ہوگا۔ چاہے وہ تمہارے دماغ کے اندر ہو۔
چاہے باہر ہو۔ اس لئے دیکھو۔ تم مادّہ پرست ہو یا نہیں۔ انسانی
سرشٹ میں مادّہ پرستی ہے۔ اس سے بچ کر تم کہاں جا سکتے ہو۔ اس سے
پرے کون جاتے ہیں۔ صرف وہ لوگ جو مکمل انسان کہے گئے ہیں۔
باقی سب مادہ پرست ہیں۔ اور بت پرست ہیں۔ جب تک تم دنیا
کو دیکھتے ہو۔ جب تک دنیا کی صورتیں تمہاری نگاہ میں آتی ہیں۔ تم
کو اس سے بالکل چارہ نہیں ہے۔ جیسے باہر تمہاری آنکھیں دیکھتی
ہیں۔ ویسے ہی اندر دماغ مادّہ ہی کو سمجھتا ہے۔ جو اپنے جسم کو سب
کچھ سمجھتا ہے۔ وہ مادہ پرست نہیں ہے۔ تو کیا ہے! روح کی
کوئی شکل نہیں ہوتی۔ روح لامحدود ہے۔ اس کے لئے حد بست

یا قید نہیں ہے ۔ قید صرف مادہ کے لئے ہے ۔ لوگ جو سوچتے ہیں۔ سمجھتے ہیں ۔ وہ جانتے ہیں ۔ کہ سب مادہ ہی مادہ ہے ۔ اور پھر بھی لوگ اوروں کو بُت پرست اور اپنے کو دیندار کہتے ہیں ۔ اور لڑنے کے لئے آستینیں سنبھالتے ہیں ۔ ان کا بُت تو بہت ٹھیک ہے ۔ مگر دوسرے کا غلط ہے ؛

اس لئے اِن بیہودہ تقریر اور بحث مباحثہ سے دور رہو ۔ یہ وہ بچوں کی توتلی باتیں ہیں ۔ یہ وہ لوگ ہیں ۔ جو سدھانت اور اصول کو مذہب سمجھ رہے ہیں ۔ ان کی دانست میں سدھانت کو مانتے رہنا مذہب ہے ۔ ذرا ان کو عقلی ترقی کیا نصیب ہوئی ۔ کہ صرف لفظوں کے گورکھ دھندے کو مذہب سمجھنے لگے ۔ اِن کی دانست میں مذہب خیالات کا مجموعہ ہے ۔ یا بزرگوں کے عقائد کا ضابطہ ہے ۔ ہم کو ان سب سے آگے چلنے کی ضرورت ہے ۔ انسانیت کو دیکھو کس طرح آہستہ آہستہ مادہ میں سے گذرتی ہوئی وہ ایشور کی طرف جا رہی ہے ۔ سب کو شریعت کے درجہ سے ہو کر چلنا ہے ؛

شریعت کے سلسلہ میں سب سے پہلے نام کی پرستش کا خیال آتا ہے ۔ تم ہر جگہ سنتے ہوگے "ایشور کے نام پر ایسا کرو" ایشور کا نام انسان کی دانست میں سب سے زیادہ پاک ہے ۔ اور یہ سچ ہے ۔ یہی نام خود ایشور ہے ۔ یہ جگت خود نام روپ ہے ۔ کیا تم بغیر شبدوں کی مدد کے کبھی سوچ سکتے ہو ؟ خیال اور لفظ کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے ۔ اگر تم میں قابلیت ہو ۔ تو ان کے جدا کرنے کی کوشش کر دیکھو ۔ جہاں کہیں اور جب کبھی تم سوچو گے ۔ شبدوں

کی مدد سے ہی سوچو گے۔ شبد اندرونی حصّہ ہے۔ اور خیال بیرونی حصّہ ہے۔ وہ ہمیشہ ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ وہ کبھی علیحدہ نہیں ہوتے۔ ایک کے ساتھ دوسرا آتا ہے۔ شبد سے خیال اور خیال سے شبد پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح اس برہمانڈ کا حال ہے۔ یہ بھی ایسا ہی ہے۔ اور اس کے پیچھے پس پشت ایشور کا نام ہے۔ ہر صورت کی خاص شکل ہوتی ہے۔ اور اس شکل کے پیچھے نام رہتا ہے۔ جہاں تم کو کسی اپنے دوست کا خیال آیا۔ اس کے جسم کا تصوّر پہلے آتا ہے۔ اور پھر جہاں جسم کا خیال پیدا ہوا ساتھ ہی نام کا بھی خیال آجاتا ہے۔ علم الروح کے بموجب بھی بغیر شکل کے نام کا تصوّر غیر ممکن تسلیم کیا گیا ہے۔ وہ کبھی علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ وہ ایک ہی چیز کے ظاہری اور باطنی پہلو ہیں۔ اور اسی وجہ سے نام کی اتنی ستائش کی جاتی ہے۔ اور دنیا میں اس کی اہمیت پر زور دیا جاتا ہے۔

اس کے بعد تم دیکھتے ہو۔ دنیا میں بہت سے مقدّس انسان کی بھی پرستش کا رواج ہے۔ کرشن اور بدھ کی پرستش عام ہے۔ عیسائی مسیح اور اپنے سنتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ ہر جگہ ایک سی کیفیت ہے ہر ایک عام بات ہے۔ سب میں ایک ہی روشنی ہے۔ اور اس کی دھار سب جگہ موجود ہے۔ اُلّو اندھیرے میں دیکھتا ہے۔ کیونکہ روشنی اس حالت میں بھی ہے۔ مگر انسان نہیں دیکھتا۔ کیونکہ انسان کو صرف سورج چاند و چراغ میں روشنی نظر آتی ہے۔ ایشور محیطِ کل ہے۔ وہ ہر شے میں اپنے ظہور کا جلوہ دکھا رہا ہے۔ مگر انسان کے لئے وہ صرف انسان میں نظر آتا ہے۔ جب اس کا نور اس کا جلال

اور اُس کی رُوح مکمّل انسان میں چمکنے لگتی ہے۔ تب ہی انسان کو اصلیت کے سمجھنے کا موقع ہاتھ آتا ہے۔ مکمّل انسان کے بغیر وُہ سچائی نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے اکثر ایشور کی پرستش آدمیوں کے وسیلہ ہوا کی ہے۔ اور جب تک انسان اس حیثیت میں ہے۔ وہ مکمل انسان کی پرستش کے لئے مجبور ہے۔ اس کے برخلاف ہزار جدوجہد کرو۔ اس کو ہزار بُرا سمجھو۔ مگر جب تم کو روحانیت کا خیال آوے گا۔ تم کو مجبوراً مکمل انسان کا دامن پکڑ کر اُسی کے ذریعہ روحانیت کے محل میں باریابی حاصل ہوگی۔ پس یہ تین ضروری اور لازمی اسباب ہیں۔ کرم کانڈ۔ نام اور گورو۔ تمام مذاہب میں یہ تثلیث موجود ہے۔ اور پھر بھی وہ آپس میں لڑتے بھڑتے رہتے ہیں۔ ایک شخص کہتا ہے۔ میرا نام سچا اور تمہارا جھوٹا ہے۔ میرا گورو سچا اور تمہارا غلط ہے۔ عیسائی۔ مسلمان سب اس طرح ناحق جھگڑ رہے ہیں ؛

یہ تینوں پرستش کے خارجی اسباب ہیں۔ ہر شخص کو ابتدا میں ان کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ اور اگر وہ سچا ہے۔ اور روحانیت کی سچی تلاش میں ہے۔ تو وہ رفتہ رفتہ ان سے اونچے پہنچ جانے لگا۔ جہاں رُوپ۔ رنگ۔ اور دکھائی نہیں ہے۔ یہ سب چیزیں صرف تیار کرنے کے سامان ہیں۔ کتاب رسم و رواج ان کو ہم محض بچوں کا مذہب سمجھتے ہیں۔ جیسے لڑکے کے لئے ابتدا میں کھلونے دیئے جاتے ہیں۔ ویسے ہی یہ سب چیزیں ہیں۔ جب روحانیت کی آب و ہوا میں پرورش پاکر وہ اونچے کی طرف

رجوع ہوا عروج کی حالت کو پہنچ جائے گا۔ اگر سچی روحانیت
کی تلاش ہے۔ تو اُس کو اِن مرحلوں سے گزرنا ضروری ہے۔
یہ اُس کے زینے ہیں۔ جس میں ایشور کی سچی تڑپ ہے۔ جسکو اُس
کی سچی تلاش ہے۔ تو اسی میں سچا پریم اور سچی بھگتی پیدا ہوتی ہے۔
مگر سوال یہ ہے۔ کہ کس کو ایشور کی سچی تلاش ہے؟ مذہب نہ سدھانت
ہے۔ نہ اصول ہے۔ نہ عقلی دلائل کا مجموعہ ہے۔ وہ دراصل
ساکشات کار کرنے کا مضمون ہے۔ لوگ ایشور۔ روح اور برہمانڈ
کے عجائبات کا ذکر کرتے ہیں۔ لیکن اگر تم اُن سے فرداً فرداً پوچھو
کہ کیا تم نے ایشور کو یا رُوح کو دیکھا ہے؟ تو اِن کا جو جواب ہوگا۔ وہ
ہم سب کو معلوم ہے۔ مگر پھر بھی یہ لڑنے کے لئے آستینیں
سنبھال رہے ہیں۔ ایک مرتبہ آریہ ورت میں مختلف قسم کے
فریق کے پیروکار اکٹھے ہو کر مذہبی بحث مباحثہ میں مصروف ہوئے
ایک کہتا ہے۔ صرف وشنو ایشور ہے۔ دُوسرا کہتا تھا۔
نہیں صرف شیو ایشور ہے۔ ان میں خوب بحث مباحثے
ہو گئے۔ کوئی ہار ماننے کے لئے راضی نہیں تھا۔ آخر اُس
طرف ایک سنت کا گزر ہوا۔ فریقین نے اُس کو بلایا۔ اور اُس
کے سامنے جھگڑا پیش کیا۔ اُس نے ہنس کر اُن سے پوچھا۔ کیا
تم نے شیو اور وشنو کو دیکھا ہے۔ جواب ملا "نہیں" سنت نے
دریافت کیا۔ پھر تم کو کیسے جرأت ہوئی۔ کہ ایک کو دُوسرے سے
بڑا بتاتے ہو؟ غرضیکہ اس نے اِس سادہ سوال سے ان کے دل
پر نقش کر دیا۔ کہ ایشور کی لاعلمی ہی جھگڑوں کا باعث ہے۔ ورنہ جن

کا دل اس کی اصلیت کے خیال سے بھر جاتا ہے۔ پھر وہ شور و غل نہیں مچاتے۔ اگر تم کسی گھڑے میں پانی بھرنے لگو۔ تو دیکھو۔ کہ وہ شور کر رہا ہے۔ لیکن جب گھڑا بھر جائیگا۔ شور خود بخود متوقف ہو جائیگا۔ اور وہ خاموش ہو جائیگا۔ کیونکہ سچائی اس میں بھر گئی ہے۔ یقین رکھو۔ یہ لڑنے جھگڑنے والے بالکل ایشور کو نہیں سمجھتے۔ نہ مذہب[1] کی ماہیت کی ان کو خبر ہے۔ یہ تو صرف عقلی دلائل اور حجت کو مذہب سمجھ رہے ہیں۔ ان کا مذہب صرف سدھانت ہے۔ یا کتابوں کا نوشتہ ہے۔ اس سے آگے وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ ہر شخص ایک بہت ضخیم کتاب لکھ مارتا ہے۔ کوشش کرتا ہے۔ کتاب بڑی بنے اور جب بھر نگاہ گئی۔ اسی طرف سے کچھ چوری کر لایا۔ بہت سی کتابوں سے وہ لے کر ایک کتاب تصنیف کر دی۔ مگر اس کی مذہبی احسان فراموشی کو تو دیکھو۔ کہ ان کتابوں کی مہربانی یا احسانمندی کا اقرار تک نہیں کرتا۔ جن سے مضمون چراتا ہے۔ اور بڑی جرأت کے ساتھ لمبے چوڑے اشتہار دیکر اپنی کتاب کو دنیا میں پیش کر دیتا ہے۔ کروڑوں لڑنے والے تو پہلے ہی سے موجود تھے۔ یہ ایک جتھا اور بن جاتا ہے؀

انسانی گروہ کی کثیر تعداد ناستک ہے۔ اس زمانہ میں ایک سچے ناستکوں کا گروہ قائم ہو گیا ہے۔ جو اپنے آپ کو مادہ پرست کہتے ہیں۔ یہ ان مذہبی ناستکوں سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔ جنہوں نے مذہب کے نام

---

[1] مولوی نادوم۔ اہل دنیا کافران مطلق اند۔ روز و شب در ذق ذق و در بق بق اند۔ تو حید الٰہی بر حق از جاہلی۔ تو گرفتاری ابوبکر و علی

[2] کبیر صاحب۔ ساکھی لائے بنا کر رات اُت اکثر کاٹ
کہیں کبیر کب لگ جئیں جھوٹی پتلی چاٹ

پر مرنے مارنے کی قسم کھالی ہے۔ اِن کو اصل میں مذہب کی تلاش نہیں
ہے۔ نہ یہ اُس کو ساکشات کار کرنا چاہتے ہیں۔ اِن کو تو اس کی سمجھ تک نہیں
ہے۔ عیسائیوں کا گورو کہتا ہے۔ مانگو تم کو دیا جائیگا۔ کھٹکھٹاؤ تمہارے
لئے کھولا جائیگا۔ یہ سچے لفظ ہیں۔ نہ اِن میں شبہ ہے۔ نہ استعارہ
ہے۔ سچا اور سادہ کلام ہے۔ اِن لفظوں کی تہ میں اصلیت چھپی ہے۔
جو ایشور کے سچے پتر کے دل سے نکلی تھی۔ اُس نے ایشور کا ساکشات کار
کیا۔ اور چونکہ وہ ہر وقت اُس کے حضور میں رہتا تھا۔ اس کو معلوم تھا۔
کہ ایشور کے چاہنے والے کو ایشور ملتا ہے۔ جو اس کے محل میں داخل
ہونے کی سچی خواہش رکھتے ہیں۔ اُن کے واسطے پھاٹک کھول دیا جاتا
ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ ایشور کو چاہتا کون ہے؟ کیا تم کو یقین ہے۔ کہ
یہ سب بک بک کرنے والے ایشور کی تلاش کرتے ہیں۔ اور اُس کو نہیں
پاتے؟ یہ کبھی ممکن نہیں ہے۔ کیا تم نے کبھی ایسا آدمی بھی دیکھا ہے۔
جو سانس لینے کا خواہش مند ہو اور اُس کو ہوا نہ ملے؟ کیا تم نے کبھی ایسا
آدمی دیکھا ہے۔ جو کھانے کی خواہش رکھتا ہو۔ اور اُس کو کھانا نہ نصیب ہو؟
تم جانتے ہو۔ اِن خواہشوں کو کس نے پیدا کیا؟ باہری چیزوں کی ہستی نے۔
روشنی نے آنکھیں بنائیں۔ شبد نے کان بنائے۔ پس انسان کی ساری
خواہش باہری چیزوں کی ہستی پیدا کرتی ہے۔ اور اگر یہ خواہش محل
بننے کے لئے جدوجہد کرے تو کیسے ممکن ہے۔ کہ وہ پوری نہ ہو۔ جن میں حق
رسی کی خواہش ہے۔ وہ ایشور تک ضرور پہنچتے ہیں۔ ہم سب لوگ

(کبیر صاحب) جن کھوجا تن پائیا۔ گہرے پانی پیٹھ
میں بپوری ڈھونڈھن چلی رہی کنارے بیٹھ

اور کچھ چاہتے ہیں - مگر ایشور کو نہیں چاہتے - آج کل مذہب بھی ایک
طرح کا فیشن بنا ہوا ہے - جیسے میز کرسی وغیرہ رہتے ہیں - ویسے ہی
ایک گلدستہ بھی رکھا جاتا ہے - کیونکہ سوسائٹی اِس کو اچھا
سمجھتی ہے - مذہب کا بھی یہی حال ہے - سب کچھ موجود ہے - زندگی
چین سے گذرتی ہے - مگر سوسائٹی چونکہ مذہب کو پسند کرتی ہے اُس
کے خیال سے لوگ آٹھویں دن سبھا اور سماج میں ہو آتے ہیں - اور
بس - آجکل دُنیا میں یہ مذہب کی اصلیت ہے ۔

ایک چیلا اپنے گورو کے پاس جا کر کہنے لگا "مہاراج! مجھ کو دھرم
چاہیئے" - گورو چیلے کو دیکھ کر مسکرایا اور خاموش ہو رہا - چیلا دوسرے
دن پھر اُسی درخواست کو لے کر گیا - کئی دن گذرے گورو نے توجہ نہیں
کی - کیونکہ وہ اصلیت سے واقف تھا - آخر ایک دن جبکہ گرمی خوب
پڑ رہی تھی - گورو نے چیلے سے دریا میں چل کر نہانے کا حکم دیا -
گورو کا حکم پا کر نوجوان نے پانی میں غوطہ مارا - گورو اس کے پیچھے
تھا - گلے کو پکڑ کر پانی میں داب رکھا - نوجوان ہاتھ پاؤں مارتا رہا -
دو چار لمحہ کے بعد گورو نے اُس کو اُبھرنے کا موقع دیا - اور پوچھا -
"پانی کے اندر تجھ کو کس چیز کی زیادہ ضرورت تھی!" اُس نے
کہا "مہاراج! سانس لینے کی" گورو نے پھر سوال کیا "کیا
اس طرح تجھ کو ایشور کی ضرورت محسوس ہوتی ہے؟ اگر ایسا حال ہو
تو ایشور ابھی ایک لمحہ میں پراپت ہو جائے" جب تک ایسا شوق
نہ ہو - ایسی خواہش نہ ہو - ایسی طلب نہ ہو - تب تک مذہب کا مقصود
ہاتھ نہیں آتا - تاہم اچھا ہے - تم اپنی کتاب اور شریعت کے ارکان

میں مصروف رہو۔ جب تک تم میں ایشور کی سچّی پیاس پیدا نہ ہو۔ تب
تک تم ناستک سے بہتر نہیں ہو۔ کیونکہ وہ پھر بھی سچّا ہے۔ مگر تم سچے
نہیں ہو!

ایک بزرگ سنت فرمایا کرتے تھے "فرض کرو کسی کمرہ میں ایک
چور بیٹھا ہوا ہے۔ اور اُس کو معلوم ہے۔ کہ دوسرے کمرے میں سونے
کی کثیر مقدار رکھی ہوئی ہے۔ اور ساتھ ہی وہ اس کو لینا بھی چاہتا ہے۔
کمرہ کا دروازہ کمزور ہے۔ غور کرو۔ اُس وقت چور کے دل کا کیا حال ہوگا!
اس کو نیند نہ آویگی۔ نہ کھانے پینے کا خیال ستائیگا۔ اس کی توجہ سونے
پر ہوگی۔ اور وہ کسی نہ کسی طرح دروازہ کو توڑکر سونے کو اُٹھالے جائیگا۔
کیا تم سمجھتے ہو یہ بکواس مچانے والے ایشور کے متلاشی ہیں۔ ایشور
سونے کی کان ہے۔ خوشی اور گیان کا بھنڈار ہے۔ کاش اگر کوئی
انسان ایسا سمجھتا تو کبھی ممکن نہیں تھا۔ کہ وہ بک بک کرتا۔ بلکہ اُس
کی پراپتی کے سادھن میں مصروف ہو جاتا۔ ایسا آدمی باؤلا اور دیوانہ
ہو جاتا ہے۔ جس کو روحانی زندگی کا یقین آجاتا ہے۔ اور جو سمجھ لیتا
ہے۔ کہ اندریاں ہی سب کچھ نہیں ہیں۔ جن کی نگاہ میں مادی جسم سے
پرے اور بھی کوئی اَمر لافانی حالت ہے۔ وہ اُس آنند کے بھوگنے
کی خواہش میں بیقرار ہو جائیگا۔ جنونی اور پاگلوں کی طرح اس ایک
خیال میں محو ہوگا۔ جب یہ حالت آوے۔ سمجھ لو روح بیدار ہو رہی ہے
مگر اس بیداری کے لئے بہت وقت درکار ہے۔ دعا یا گیو۔ تیرتھ
کرو۔ برت رکھو۔ گھنٹہ۔ شنکھ بجاؤ۔ پوجاریوں کی مٹھی گرم کرو۔
ان سے ہم کو بحث نہیں۔ ان سے کچھ نہ کچھ دل کی صفائی ہوتی ہے۔

گر یہ مذہب نہیں ہے - جب روح پاک وصاف ہو جاتی ہے - وہ ایشور کی طرف سچے جذبات سے مائل ہوتی ہے - اور یہ مذہب ہے - صدیوں سے لوہے کا ٹکڑا مٹی کے تلے دبا پڑا ہے - اس پر ہزاروں من غلاظت کا انبار ہے - ممکن ہے وہ ہمیشہ چمبک کے قریب رہا ہو - مگر غلاظت کے پردے نے موقع نہیں دیا - کہ چمبک سے جا کر ملے - اسی طرح یہ الٰہی روح ہزاروں لاکھوں برس سے پاپ کرم اور پاپوں کے بار سے دبی ہوئی ہے - شریعت کے درجوں سے گذر کر جب یہ پاک ہوگی - قوت کشش اپنا کام کرے گی - اس میں ایشور سے ملنے کی سچی خواہش پیدا ہوگی - اور جب تک یہ اپنا مقصد نہ حاصل کریگی - تب تک اس کو چین نہ آئیگا - یہ مذہب ہے - روح میں سچے شوق کا پیدا ہونا - مذہب کی ابتدا ہے ؞

ہر شخص پریم کی تعریف کرتا ہے - ہر شخص کہتا ہے - ایشور کو پیار کرو - مگر وہ نہیں جانتے - ایشور کا پیار کرنا کیا ہے - کاش اگر وہ جانتے تو اس طرح معمولی طور پر یہ لفظ زبان پر نہ لاتے - ہر شخص کہتا ہے - مجھ میں ایشور کا پریم ہے - مگر پانچ ہی منٹ میں معلوم ہو جاتا ہے - کہ ایشور کا پریم اس میں نہیں تھا - پریم کی گفتگو سے دنیا بھری پڑی ہے - مگر پریم لوہے کا چنا ہے - جس کا چبانا آسان نہیں ہے - پریم[1] کہاں ہے؟ پریم کا پہلا وصف یہ ہے - کہ وہ بازار کا سودا نہیں ہے - جب تک انسان کو کسی سے معاوضہ کی اُمید رہتی ہے - وہ اس

---

[1] (کبیر صاحب) آیا پریم کہاں گیا - دیکھا تھا سب کوئے
چھن رووے چھن میں ہنسے یہ تو پریم نہ ہوئے

کو پیار کرتا ہے۔ یہ بنیئوں کا پریم ہے۔ خرید و فروخت کی دوکانداری کا نام پریم نہیں ہے۔ جہاں خرید و فروخت کا نام آوے۔ وہاں پریم کہہ مفقود سمجھو۔ پس جب کبھی یا جہاں کہیں انسان دعا مانگتا ہوا نظر آوے۔ کہ ایشور تو مجھ کو یہ دے۔ تو مجھ کو وہ دے۔ تو سمجھ لو۔ وہ پریم سے خالی ہے۔ میں تجھ سے دعا مانگتا ہوں۔ پوجا کرتا ہوں۔ اس کے عوض میں تو مجھ کو دولت۔ مال وغیرہ دے۔ سوچو تو سہی کیا یہ پریم ہے؟

ایک دن ایک بادشاہ جنگل میں شکار کھیلنے گیا۔ کسی فقیر سے ملاقات ہو گئی۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ کہنے لگا۔ آپ مجھ سے کچھ مانگیئے۔ فقیر نے کہا۔ بابا! ایشور کا دیا ہوا سب کچھ میرے پاس ہے۔ درخت مجھ کو پھل دیتے ہیں۔ پہاڑ کے جھرنے سے پانی مل رہتا ہے۔ میں درخت تلے پڑ کر سو رہتا ہوں۔ تمہاری چیز میرے کس کام کی ہے۔ مانا تم بادشاہوں کے بادشاہ ہو۔ مگر مجھ کو تم سے کچھ لینا منظور نہیں ہے۔" بادشاہ نے کہا مہاراج! میرے پوتر کرنے کے خیال سے آپ کچھ مجھ سے لے لیں۔ اور میرے ساتھ شاہی محل تک چلیں۔" آخر فقیر راضی ہو گیا۔ شاہی محل میں آیا۔ راجہ کی شان و شوکت کا کیا بیان کیا جائے۔ ہر طرف دولت و حکومت کے جلوے نظر آ رہے تھے۔ سنگ مرمر کا محل ہے۔ چاروں طرف فوارے لگے ہوئے۔ راجہ نے کہا۔ سندھیا کا وقت ہے۔ ذرا سندھیا کر لوں۔ آپ جب تک انتظار کریں۔ فقیر نے جواب دیا۔ بہت اچھا۔ راجہ نے سندھیا کی۔ پھر ایشور سے دعا مانگنے لگا۔ کہ مجھ کو زیادہ لڑکے دے۔ زیادہ راج دے۔ زیادہ حکومت دے۔ فقیر کو سخت تعجب ہوا۔ وہاں

سے اُٹھ کر چل دیا - راجہ نے کہا مہاراج! صبر کیجئے - بغیر دان لئے نہ جائیے - مہاتما نے جواب دیا - نادان بھیک منگا! مَیں تجھ سے ایسے بھکاریوں سے کچھ نہیں لیتا - تیرا سارا وقت بھیک مانگنے میں صرف ہوتا ہے "۔ پریم کی گفتگو ایسی نہیں ہوتی - پریم خرید و فروخت کا سامان نہیں ہے - پریم دیتا ہے - لیتا نہیں ہے - ایشور کا پُتر کہتا ہے " اگر ایشور مانگے تو مَیں اپنے تن کا کپڑا اس کے لئے اُتار دوں - مَیں اس سے کچھ نہیں مانگتا - اِس برہمانڈ میں مجھ کو کچھ نہیں چاہئے - میں اِس کو پیار کرتا ہوں - کیونکہ مجھ کو پیار کرنے کی خواہش ہے - اِس معاوضہ میں مجھ کو کچھ درکار نہیں ہے - ایشور قادر مطلق ہے - یا نہیں ہے - اِس کی پرواہ کس کو ہے؟ مجھ کو ایشور سے نہ طاقت لینی ہے - نہ اس کی طاقت سے کچھ سروکار ہے - میرے لئے صرف اتنا ہی بہت ہے - کہ میں اس کو پیار کرتا ہوں - مجھ کو سوال کرنے کی زیادہ ضرورت کب ہے "

دُوسرا وصف پریم کا یہ ہے - کہ پریم میں خوف نہیں ہوتا - پریم کو کوئی ڈرا سکتا ہے؟ کیا بکری کا بچہ شیر کو پیار کر سکیگا یا بلّی کا بچہ کُتّے کو پیار کریگی؟ یا کسی غلام نے بھی کبھی مالک کو پیار کیا ہے؟ - بعض وقت غلام پریم کا اظہار کرتے ہیں - مگر کیا وہ پریم ہے؟ کیا کبھی کسی کو خوف کی جگہ بھی پریم ہوا ہے؟ رام رام کہو - جب تک انسان یہ سوچتا رہیگا کہ ایشور بادلوں کے تخت پر بیٹھا ہوا ایک ہاتھ میں انعام اور دُوسرے ہاتھ میں سزا کا سامان لئے ہوئے ہے - تب تک کبھی پریم نہ پیدا ہوگا - پریم میں خوف نہیں ہے - نہ پریم کو کوئی خوف دلا سکتا ہے - تم دیکھو عورت کیسی نازک

ہے۔ کتے کو بھونکنے دو۔ اور وہ خوف کے مارے گھر میں بھاگ جائے گی۔
مگر اسی عورت کے کمسن بچہ پر شیر کو جھپٹنے دو۔ کیا نظارہ دیکھو گے! وہ شیر
کے مُنہ سے بچہ کو بچانے کے لئے خود اس کی طرف جا رہی ہے۔
وہی ڈرنے والی عورت آج شیر کے مقابلہ کے لئے موجود ہے۔ پریم ہمیشہ
خوف پر غالب آتا ہے۔ یہی حال ایشور کے پریم کا بھی ہے۔ پریمی بھگتی کے دل
میں کبھی یہ خیال نہیں آتا۔ کہ ایشور انعام اکرام یا سزا و جزا دیتا ہے۔
ایک مجسٹریٹ کا خیال کرو۔ جب وہ گھر آتا ہے۔ اس کی بیوی اس کی
صورت میں کیا دیکھتی ہے! یہاں وہ مجسٹریٹ نہیں ہے۔ بلکہ خاوند ہے۔ اور اس کا پیار
کرنیوالا ہے۔ اسکے لڑکوں کا کیا حال! وہ اسکو اپنا پیارا باپ سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ایشور
کے بھگت ایشور کو سزا دینے والا یا جزا دینے والا نہیں سمجھتے۔ یہ خیال باہر والوں کا ہوتا ہے
جن کو پریم کا مزہ نہیں ملا۔ جو اس کے چسکے کو نہیں جانتے وہ ڈرتے ہیں۔
اور زندگی بھر خوف سے کانپتے رہتے ہیں۔ ڈر کو دور کرو۔ وحشیوں کی
طرح ایشور کو خوفناک۔ غضبناک۔ قہار۔ جبار نہ خیال کرو۔ دنیا میں
بہت سے عقلمند لوگ روحانی نقطہ نگاہ سے وحشی ہیں۔ ان کی بھی
ایسی ہی سمجھ ہے۔ مگر جو روحانی خیال کے انسان ہیں۔ ان کی حالت
دوسری طرح کی ہے۔ وہ مذہب کے پھاٹک کے قریب پہنچتے جاتے
ہیں۔ ان میں روحانی بیداری آ رہی ہے۔ ان کے لئے خوف و خطر کا
خیال غلط بیہودہ اور وہم ہے۔

تیسرا وصف پریم کا یہ ہے۔ کہ اس کا آئیڈیل سب سے اونچا ہے۔
جب انسان نے دو پہلے درجے طے کر لئے۔ دوکانداری اور خوف کو
پرے ہٹا دیا۔ تب وہ پریم کی معراج کو سمجھتا ہے۔ تم نے ممکن ہے۔

دیکھا ہوگا۔ اکثر حسین سے حسین عورت بدصورت مرد کو پیار کرتی ہے۔ بسا اوقات حسین سے حسین مرد بدصورت سے بدصورت عورت کو پیار کرتا ہے۔ ان کی باہمی کشش کا سبب کیا ہے؟ جو باہر کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ بدصورت مرد و بدصورت عورت کو دیکھتے ہیں۔ مگر پریمی کی نگاہ اور قسم کی ہے۔ وہ سمجھتا ہے۔ میرے پریتم سے زیادہ خوبصورت کوئی نہیں ہے۔ کہا گیا ہے۔ لیلیٰ را بہ چشم مجنوں باید دید۔ اس کا سبب کیا ہے؟ عورت نے بدصورت مرد کے پریم میں حسن کے اعلیٰ معراج کو قائم کر لیا۔ اور اس کی بدصورتی کو اپنے پریم کے اعلیٰ جذبات سے ڈھک دیا۔ جس چیز کو وہ پیار کر رہی ہے۔ وہ بدصورت مرد نہیں ہے۔ بلکہ اُس کا اپنا آئیڈیل ہے۔ وہ مرد صرف ایک ڈھانچہ تھا۔ جس کو اس نے اپنے خیال کا لباس پہنا دیا۔ اور وہ اُس کی پرستش کی چیز ہو گیا۔ جہاں کہیں پریم ہے۔ وہاں اسی قسم کے نظارے نظر آتے ہیں۔ دیکھو ہم میں سے کتنے آدمیوں کے بھائی بہن بدصورت ہیں۔ مگر بھائی بہن کے تعلقات اور رشتے ان کو خاص خوبصورتی عطا کر دیتے ہیں۔ اور ہمارے لئے وہ سب سے زیادہ خوبصورت بن جاتے ہیں۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے؟

پریم کی فلاسفی کی روح یہ ہے۔ کہ ہر شخص دراصل اپنے خاص آئیڈیل کی پرستش کر رہا ہے۔ جو کچھ ہے۔ سب ہمارے دل کی اپج ہے۔ ریت کا دانہ سیپ میں چلا جاتا ہے۔ سیپ میں اُس کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے۔ مچھلی اندر ہی اندر اُس کو اپنے لعاب سے منڈھ دیتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ ریت خوبصورت موتی بن جاتا ہے۔ ایسا ہی ہم سب لوگ کر رہے ہیں۔

من کی جیسی اوُ تب تیسے ہی ہو جائے

باہر سے ہم کورت کا ایک دانہ مِل جاتا ہے۔ اُس سے ہمارے دل کو تعلق ہو جاتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ ہم اپنے آئیڈیل کو اس میں قائم کرتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ مکمل ہو جاتا ہے۔ اور اُسی میں ہم کو سورگ کے نظارے نظر آنے لگتے ہیں۔ بُرے آدمی اُس کو نرک دیکھتے ہیں۔ پریمی کو وہ پریم نظر آتا ہے۔ پریمی کے لئے یہ دُنیا پریم سے بھری ہوئی ہے۔ نفرت کرنیوالوں کیلئے سوا نفرت کے اور اس میں کچھ نہیں ہے۔ لڑنے والوں کے لئے ہر جگہ یہاں لڑائی کا سامان صُلح پسند طبیعتوں کو یہاں سب جگہ صُلح و امن ہی نظر آتا ہے۔ مکمل انسان کو اس دُنیا میں سوا ایشور کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔

جا کی رہی بھاونا جیسی
گُرو مُورت دیکھی تِن تیسی

پس ہم ہمیشہ اپنے اعلےٰ آئیڈیل کی پرستش کرتے ہیں۔ اور جہاں ہم خیالی طور پر اپنے پریم کے آئیڈیل کے نقطہ تک پہنچ گئے۔ بس تمام سنشے اور شکوک تب ہی آپ ہی رفع ہو گئے۔

سنشے کروں نہ میں ڈروں سب دُکھ دیئے نوار
سُن منڈل میں گھر کیا۔ کال رہا جھک مار

یہاں پرواہ کس کو ہے۔ ایشور بیان میں آتا ہے یا نہیں؟ اندری اور بدھی اس تک پہنچتی ہیں یا نہیں؟ آئیڈیل مجھ سے علیحدہ کب ہے۔ کیونکہ میں کب اُس سے جُدا ہوں۔ آئیڈیل پر شک و شبہات اُس وقت پیدا ہوتے ہیں۔ جب مجھ کو اپنی ہستی پر شک ہو۔ چونکہ مجھ کو اپنی ہستی پر شک نہیں ہے۔ اس لئے آئیڈیل کا شک دل میں گزرتا ہی نہیں۔ کون پرواہ کرتا

ہے کہ سائنس ایشور کو میری ذات میں ثابت کرتا ہے یا مجھ سے علیحدہ! کس کو پرواہ ہے۔ ایشور کریم رحیم قادر مطلق ہے یا نہیں! کون پرواہ کرتا ہے وہ سزا دیتا ہے یا جزا! وہ ظالم ہے یا عادل! پریمی نے ان سب مدارج کو طے کر لیا۔ جہاں وہ پہنچ گیا وہاں نہ سائنس ہے نہ دلیل نہ حجت نہ سوال ہے۔ اس کے لئے پریم کا آئیڈیل سب کچھ ہے۔ وہ مستند بالذات ہے۔ وہ سمجھ گیا ہے۔ کہ اس برہمانڈ کا ماخذ پریم ہے۔ اور پریم کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ ایک پرمانو دوسرے پرمانو سے صرف پریم کی کشش سے ملتا ہے۔ ایک سیارہ دوسرے سیارہ کے ساتھ پریم کا تعلق رکھتا ہے ایک عورت کو مرد کے ساتھ پریم کا رشتہ ہے۔ ایک مرد عورت کو پریم کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ انسان حیوان۔ تمام برہمانڈ سب اسی پریم کو مرکز بنا کر اسی کے گرد گھوم رہے ہیں۔ اور اسی پریم کے نشہ میں جھوم رہے ہیں۔ یہ پریم ہے ذرہ سے لیکر سورج تک فرش سے عرش تک زمین سے لیکر برہمانڈ کے کنارہ تک جو سب میں محیط ہے۔ وہ پریم ہے۔ ذی روح اور غیر ذی روح اشیا میں باہمی کشش کا سبب صرف ایشور کا پریم ہے۔ پریم طاقت ہے۔ پریم طاقت کا جذبہ ہے۔ اسی پریم کے جذبہ کے زیر اثر آکر حضرت مسیح انسان کی مغفرت کے لئے صلیب پر چڑھتا ہے۔ اسی پریم کے خیال سے بھگوان بدھ انسان و حیوان سب کی ہمدردی کی وجہ سے تخت و تاج کو چھوڑ کر اپنے آپ کو قربان کر دیتا ہے۔ ان کی زندگی کیسی محیط ہو جاتی ہے۔ یہ پریم ہی ہے جس کے بس میں آکر انسان اپنے ملک کے مفاد کے لئے جان دیتے ہیں۔ تم کو سننے میں تعجب معلوم ہوگا۔ اسی پریم کی وجہ سے چور چوری کرتا ہے۔ قاتل خونی خون کرتا ہے۔ سب کا مدعا پریم ہے۔ طرز اظہار جداگانہ

ہے۔ پریم ہی دُنیا کی سب سے زیادہ زبردست طاقت ہے۔ چور سونے کو پیار
کرتا ہے۔ اس میں پریم تھا مگر اس کا رُخ غلط راہ کی طرف چلا گیا۔ اسی
طرح جُرم و گناہوں کا حال ہے۔ نیکی۔ بدی۔ حسن و قبح۔ بھلائی برائی
سب میں پریم ہی پریم ہے۔ پریم محیطِ کل۔ سرو دیو یاپک۔ سرو شکتیمان
سرو انتریامی اور سب کچھ ہے۔ فرض کرو۔ تم اپنی پاکٹ سے ایک کاغذ
نکالتے ہو۔ اور یتیم خانہ کے یتیموں کے لیے پندرہ ہزار روپیہ کا چیک۔ لکھتے
ہو۔ اور میں اُسی وقت اُسی ارادہ سے دُوسرے کاغذ پر تمہارا جعلی دستخط بناتا
ہوں۔ دونوں حالتوں میں مُراد ایک ہی ہے۔ مگر طرزِ اظہار کی کیفیت جداگانہ
ہے۔ اور اس کے لیے ہم تم دونوں جوابدہ ہیں۔ تم مُراد و منشا کو قابلِ الزام
نہیں قرار دے سکتے کسی سے تعلق رکھتا ہُوا۔ ہر ہر چیز میں چمکتا ہُوا برہمانڈ کی
دھارن کرنے والی طاقت جس کے بغیر برہمانڈ ابھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے
پریم ہے۔ اور یہ پریم ہمارا ایشور ہے ؛

"اے پریا! کوئی شوہر کو شوہر کے خیال سے پیار نہیں کرتا بلکہ اپنے آتما
کی وجہ سے پیار کرتا ہے۔ کوئی بیوی کو بیوی کے خیال سے پیار نہیں کرتا
بلکہ اپنے آتما کے خیال سے بیوی کو پیار کرتا ہے۔ سوائے اپنے آتما کے خیال
کے کوئی کسی چیز کو پیار نہیں کرتا۔ یہ خود غرضی بھی جس کی اتنی شکایت کی جاتی ہے پریم
کے اظہار کا ایک طریقہ ہے۔ اس تماشہ سے دُور کھڑے ہو جاؤ۔ اس میں شرکت نہ کرو۔
صرف اس کھیل کو دیکھو۔ کیسا ناٹک ہے۔ کیسا ڈراما ہے۔ کیسا راگ رنگ
ہے۔ یہ سب پریم کا ظہور اور پریم کا جلوہ ہے۔ اس خود غرضی میں بھی پریم کا رنگ ہے،
تلک ہمارا اپنا آتما تقویت پا کر فراخ ہوتا جائے وہی آتما تھا اکیلا آدمی مگر جب وہ بیاہا جاتا
ہے۔ دُگنا بن جاتا ہے۔ اور وہی متعدد بن جاتا ہے۔ جب کئی لڑکے پیدا ہوتے ہیں۔

اور دیکھو بڑھتے بڑھتے اُسی کے خاندان سے گاؤں قصبے شہر لوند تمام دُنیا آباد ہو جاتی ہے۔ اور کُل برہمانڈ میں پھیل جاتا ہے۔ یہ آتما آخر میں تمام مرد۔ تمام عورت۔ تمام لڑکے بالے۔ تمام حیوانات اور تمام برہمانڈ کو سمیٹ لیگا۔ اور پریم کا ایک ذخیرہ بن جائیگا۔ لامحدود پریم۔ پریم محیطِ کُل۔ پریم حاضر وناظر پریم۔ اور یہی پریم ایشور ہے ؛

جب ہم اس پراکھلنتی کے درجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ تب رسم و رواج لعنت کے کاروبار۔ کتب پرستی۔ سب کچھ دُور ہو جاتے ہیں۔ وہ جو اس درجہ کو پہنچ گیا ہے۔ پھر وہ کسی ایک فرقہ کا ہو کر نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ وہ سب میں ہے وہ کس مندر میں پوجا کرنے جائے۔ تمام مندر۔ مسجد و کلیسا میں اسی کا ظہور ہو رہا ہے۔ وہ کسی ایک میں نہیں سما سکتا۔ اس کو کوئی رسم و رواج نہیں باندھ سکتا ؛

جہاں پریم تہاں نیم نہیں۔ تہاں نہ بدھی بیوہار
پریم مگن جب من بھیا تب کون گنے تِتھی بار

لامحدود کو کون محدود کر سکتا ہے۔ وہ پریم مے ہو گیا۔ ہر مذہب جس نے پریم کے اس آئیڈیل کو لے لیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ اسمیں اسی کے اظہار کے لئے جد و جہد ہو رہا ہے۔ گو ہم جانتے ہیں کہ پریم سے کیا مُراد ہے گو ہم دیکھتے ہیں کہ ہر قسم کی کشش اور محبت میں پریم ہی موجود ہے۔ سنتوں نے اور مختلف مذاہب کے مہاتماؤں نے اس محدود پریم سے سمجھانے کی کوشش کی تاہم ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کسطرح اس پریم کی تاویل حیوانی و شہوانی اصطلاحات میں ہوتی ہے ؛

داؤد اپنے زبور میں وہی نغمہ گاتا ہے۔ جو ہندو اس سے صدیوں پیشتر سے گاتے چلے آرہے ہیں :۔ اے میرے پریتم! تیرے گلابی ہونٹوں کا ایک بوسہ کس طرح میری پیاس بڑھاتا ہے تیرے وصال کی تمنا کے سوا اور

کسی بات کی مجھ کو خواہش نہیں ہوتی۔ تمام دُکھوں کا خاتمہ ہو گیا۔ ماضی و مضارع سب بھول گئے۔ صرف تیرا خیال رہ گیا"۔ یہ پریمیوں کا جنون ہے۔ یہاں آ کر خواہشات کا خاتمہ ہوتا ہے۔ کس کو نجات کی پرواہ ہے! کس کو مغفرت کا خیال ہے! کس کو بُلبُل بننے کا سودا ہے! کون مُکتی چاہتا ہے! پریمی کہتا ہے۔ ہم اِس خیال کو اپنے پاس تک بھٹکنے نہیں دیتے۔

مَیں نہ دولت چاہتا ہوں نہ تندرستی۔ مَیں نہ حُسن چاہتا ہوں نہ عقل۔ مجھے بار بار پیدا ہونے دو۔ دُنیا کی تمام بُرائیوں کے درمیان میں جنم لیتا ہوں۔ مَیں کبھی بھول کر بھی کسی کی شکایت نہ کروں گا۔ مگر ہاں۔ ایک بات ہے۔ پریم کے طفیل تو میرا پیارا بن جا۔ مَیں تجھ کو اپنے دِل پر۔ جگر پر۔ دماغ پر۔ آنکھوں پر۔ سینہ پر بٹھا لوں۔

نینوں کی کر کوٹھڑی۔ پتلی پلنگ بچھائے
پلکوں کی چق ڈال کر تجھ کو لیوں رجھائے

یہ پریم کا جنون ہے۔ یہی جنون غزلوں میں۔ ٹھمریوں میں گیتوں میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ یہ سب سے اونچا و سب سے افضل ہے۔ کہیں اس کو عورت کے عشق کے پیرایہ میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ کہیں اور طرح بیان کیا جاتا ہے۔ سنت اور سادھو جو شرابِ عشق میں مخمور ہو جاتے ہیں۔ عورتوں کی زبان میں اُس کو ادا کرتے ہیں۔ یہ لوگ سچ مچ پریم میں بدمست و سرشار ہونے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اِن کو مالک کے پریم کا سودا رہتا ہے۔ ہر مذہب کے سنت و سادھوؤں نے اِس پریم کے پیالہ کو پیا ہے۔

پی لے پیالہ ہو متوالا۔ پیالہ نام امی رس کا رے

اس پیالہ کو سنتوں نے بنایا۔ اس میں اپنے خون کو شراب بنا کر ڈال
دیا۔ اپنے تمام جذبات۔ اپنے تمام حوصلے اور اپنی تمام تمناؤں کا خون
کر کے شراب بنائی۔ پریم کے سوا اور ان کو کسی قسم کی ہوس نہیں رہی۔
نہ جزا کا خیال نہ سزا کا خوف۔ پریم! پریم!! پریم ہی سب دردوں کی دوا
ہے۔ پریم ہی بیماریوں کا علاج ہے۔ پریم کے سامنے مرض دور ہو جاتے
ہیں۔ یہ دنیا خود بخود غائب ہو جاتی ہے۔ آدمی اپنی آدمیت بھول جاتا ہے۔

آخر ہم دیکھتے ہیں۔ تمام مذہب اس جگہ آ کر مل جاتے ہیں۔ مذہب
کی ابتدا دویت بھاؤ یعنی دوئی سے ہوتی ہے۔ اور وحدانیت اور وحدت
یعنی ادویت بھاؤ میں اس کا نشو و نما ہوتا ہے۔ شروع شروع میں ایشور
علیحدہ سمجھا جاتا ہے۔ پرستش کرنے والا بھی اس سے نیارا رہتا ہے۔ جب
وہ درمیانی منزل میں آتا ہے۔ تب پریم کا عطیہ بخشا جاتا ہے۔ اور وہ روز
بروز ایشور سے قریب ہوتا جاتا ہے۔ پہلے وہ اس کو باپ کہتا ہے۔ دویت
کے نام سے پکارتا ہے۔ ماں بھائی سب کچھ جانتا ہے۔ ایشور در اصل سب
کچھ ہے۔ مگر جب منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ پریمی اور پریتم دونوں مل کر ایک
ہو جاتے ہیں۔ "میں" اور "تو" کا بھید مٹ جاتا ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

جہاں سے ہم نے شروع کیا تھا۔ وہاں ہی آ پہنچے۔ ہم نے محض
اپنے آتما کی خود غرضی کو لے کر ایشور کی پرستش شروع کی تھی۔ وہ
خود غرضی کا پریم تھا۔ مگر وہ بڑھتا گیا۔ اور لا محدود ہو گیا۔ ایشور جس
کو ہم ایک شخصی وجود سمجھ رہے تھے۔ پریم محیط بن گیا۔ انسان

خود بدل گیا ۔ نہ خودی رہی نہ خود بینی رہ گئی ۔ خود غرضی کو دور ہٹاتے ہٹاتے آخرکار وہ بالکل جاتی رہی ۔ اور پریم پریتم اور پریمی مل کر تینوں آپس میں ایک ہو گئے ؛

کہنا تھا سو کہہ چکے اب کچھ کہا نہ جائے
ایک رہا دو جا گیا ۔ دریا لہر سمائے

ختم شد

باہتمام لالہ موتی رام مینیجر مفید عام پریس واقع چیٹرجی روڈ لاہور میں چھپی اور میسرز رام دتا مل اینڈ سنز بک سیلرز نے لاہور سے شائع کی ۔

فہرست کُتب

لالہ رام دتہ مل اینڈ سنز تاجران کُتب لوہاری دروازہ لاہور

تصنیفات ملک الشعرا منشی دوارکا پرشاد صاحب اُفق لکھنوی

رامائن بالمیکی باتصویر
مجلد سنہری بزبان اُردو
حجم قریباً ۱۲۰۰ صفحہ
تیرھواں ایڈیشن

جس کو سچے رام بھگت اور علم ادب کے آفتاب شہرت ملک الشعرا، منشی دوارکا پرشاد صاحب اُفق لکھنوی نے اس انداز و قابلیت کیساتھ سلیس اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے کہ جس سے ہر اُردو دان ہندو ماتر کے لئے اس کا پڑھنا آسان ہو گیا ہے۔ نئی نسل کے آزاد خیال ہندو بھائیوں کو یہ روحانی کتاب انتہائی جذبہ عقیدت و محبت کے ساتھ پڑھنی چاہیئے اور بلا تاخیر آج کی پہلی ڈاک میں طلب کرنی چاہیئے

قیمت صرف تین روپے محصولڈاک ۱۲ ؍

مہابھارت اردو مکمل
ہر دو جلد
سنہری جلدوں میں
ساتواں ایڈیشن

بزبان اُردو منگا کر مطالعہ کیجیے چشم حقیقت کھل جائیگی۔ اور رموز روحانیت کو سمجھنے کی طرف طبیعت خود بخود مائل ہوتی لگیگی۔ سناتن دھرم کے سچے پریمی اور نثر و نظم کے بادشاہ منشی دوارکا پرشاد صاحب اُفق لکھنوی نے دو ہزار صفحات کی طویل ضخامت میں مہابھارت کی تاریخی د

روحانی جنگ کو اس خوش ادائی کے ساتھ لکھا ہے۔ کہ پنجاب گورنمنٹ کو بھی بے تحاشا فاضل مترجم کو گراں قدر انعامات سے سرفراز کرنا پڑا۔ لکھائی چھپائی کاغذ دیدہ زیب ہے۔ قیمت ہر دو جلد مبلغ ساتھ روپے محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

ٹاڈ راجستھان مکمل
ہر دو جلد
مجلد سنہری
پانچواں ایڈیشن

ہندوستان کی تہذیب وتمدن اور قدیم شان اگر تاریخ کی آنکھ سے دیکھنا چاہو۔ تو کتاب موسومہ ٹاڈ راجستھان مکمل مجلد سنہری منگا کر مطالعہ فرماویں۔ تاریخی لحاظ سے یہ کتاب اعلیٰ پایہ عظمت رکھتی ہے اور دنیا کی مشہور لائبریریوں میں اس کا فیض مطالعہ جاری ہے۔ ہر ہندو بھائی کو اپنی قوم کی عزت۔ حرمت شجاعت۔ دولت۔ قربانی ایثار اور جوش ہمت کے پرصداقت واقعات سے بہرہ ور ہونا چاہئے۔ جناب دوارکا پرشاد صاحب اُفق نے اس کے اردو ترجمہ میں فی الحقیقت کمال کر دیا ہے۔ کتاب ۱۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور دو خوبصورت سنہری جلدوں میں مکمل ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہے۔ قیمت صرف سات روپے۔ محصولڈاک علاوہ۔

شری مد بھگوت گیتا اردو مع مہاتم
المعروف
پوتھی گیان پرکاش
تیسرا ایڈیشن

اُفق صاحب نے اس متبرک پوتھی کا ترجمہ اس خوش اسلوبی سے کیا ہے۔ کہ پڑھنے والا عش عش کر اٹھتا ہے۔ اور ہر ایک معمولی پڑھا لکھا انسان سمجھ سکتا ہے۔ اردو داں طبقہ کے لئے یہ ایک اغول موتی ہے۔ قیمت مجلد سنہری صرف

حجم قریباً ۲۲۲ صفحہ
وشنو سہسر نام
اردو

صفحہ پر مشتمل ہے۔ ایک روپیہ چار آنے محصول علاوہ۔
اس کا ترجمہ بھی سنسکرت سے اردو میں اُفق صاحب نے کیا ہے جس کی خوبی دیکھنے پر منحصر ہے۔ قیمت صرف ۲ر

تصنیفات مہرشی شیوبرت لعل جی ورمن ایم-اے

تصوف کے لاجواب گرنتھ انمول موتیوں کی مالا

معرفت اور حقیقت کے موتیوں کو ۱۴۵ صفحہ کی لڑی میں نہایت خوشنما طور پر دیا گیا ہے اس میں ۱۴۵ ہی مضمون ہیں۔ دولتمندی ہی سب کچھ نہیں۔ زندگی کس طرح بسر ہونی چاہیئے۔ اپنی کرنی۔ پار اترنی کیا دنیا حق پرست ہے۔ زرپرست نہیں ہے۔ خیالات کی اصلیت انسانی ہاتھ۔ غلام و مالک کی مثال۔ سچی شرافت اس ہاتھ لے اُس ہاتھ دے۔ آپ بھلا تو جگ بھلا۔ عزت کے سچے مستحق۔ پریم بھگت کی مہما وغیرہ قیمت صرف ۶ر

وچار کلپدرم

یہ ویدانت کی ۲۰۶ صفحوں کی ایک نایاب کتاب ہے۔ جو سات بابوں میں منقسم ہے۔ اور ہر ایک باب میں تقریباً آٹھ فصلیں ہیں۔ ایشور۔ جیو۔ پرکرتی گیان کرم اُپاسنا۔ آدرش۔ عملی شغل وغیرہ وغیرہ مضمونوں پر نہایت عالمانہ طریقہ پر بحث کی گئی ہے قیمت صرف ایک روپیہ دو آنہ

عروج روحانی

اصلیت کے سبق۔ معرفت کے نکتے۔ علم روحانی کا عطر۔ دلچسپ اور زود فہم عبارت میں ۸۰ صفحہ کی کتاب قیمت صرف ۴ر

گیان کلپدرم

تصوف کا خزانہ۔ گیان ویراگ کا دلچسپ مجموعہ اسرار معرفت کا گلدستہ دقیق مسائل کو زود فہم بنانے کے لیے مثالیہ کہانیوں سے کام لیا گیا ہے۔ بڑی مفید و نایاب ۴۴۵ صفحے کی ضخیم کتاب ہے۔ طالبان حق کے پڑھنے قابل ہے۔ قیمت صرف دو روپیہ (۲ر)

عقلی کیمیا

آباجی نامی ایک راجہ کے دانشمند وزیر کے مشہور اور عقل آموز ۱۶ قصے اور ہر قصے کے نیچے اُس کا نتیجہ بطور سبق درج ہے آخر میں کہانیاں درج ہیں جن کو پڑھ کر بے اختیار ہنسی آتی ہے لیکن سب نصیحت آموز ہیں۔ ۸۰ صفحہ قیمت ۳ر

بھگت پرتاپ

انیک پرم مہاتما اور ایشور پراپت بھگتوں جیسے پاس بھگت۔ نامدیو۔ نرسی۔ سورداس۔ میرابائی۔ انگد جی۔ سوامی رام کرشن پرمہنس وغیرہ کے پرتاثیر تذکرے قیمت فی جلد ۶ر

سائنس کے خیال سوال اس میں اعلیٰ درجہ کے سو روحانی و اخلاقی سبق ہیں مثلاً کمزوریوں کا مقابلہ دھرم اور فرض - پریم اور نور کی زندگی - نفرت اور محبت -
نکتہ چینی - سچا علم وغیرہ وغیرہ قیمت فی جلد ۶ر

ہماری زندگی اور موت - کیا ہندو قوم زندہ رہیگی ؟ اس سوال کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرنے کے علاوہ ایک علیحدہ مفصل آرٹیکل میں جواب دیا گیا ہے - جو ہر ہندو کے پڑھنے اور سوچنے کے قابل ہے قیمت صرف ۶ر

قانون خیال - اس میں ۵ مضمون ہیں - نعم البدل تعلیم کا جنون - زندگی علم اور اس کا مقصد - سادگی کی فتح کامیابی کا خیال اور اُس کی طاقت کا شکھ اور نہ کر سکتا وغیرہ قیمت ۶ر

فانوس خیال - اس میں مضامین پر بحث ہے - ہماری خاص قومی کمزوری - دولت حاصل کرنے کا راز کھانا پینا ہم کو گوشت کھانے سے کیوں پرہیز کرنا چاہیئے - انسان کا دل بزدل مت بنو - راگ ودیش وغیرہ وغیرہ قیمت صرف چھ آنے ۶ر

نیرنگ خیال - یہ آٹھ مضامین کا مجموعہ ہے - قدرت کو اپنا کام آپ کرنے دو خوشی اور سکھ - نہایت ہی سچی باتیں صرف اپنا عیب دیکھو - دوسروں کا عیب مت دیکھو ایک امریکن فلاسفر کے مقولے - قیمت صرف پانچ آنے ۵ر

معجون خیال - اس میں نو مضامین دیئے گئے ہیں - اپنی اپنی حیثیت اپنی سچی ہمدردی اُپدیش محبت کی قسمیں وغیرہ وغیرہ - قیمت ۵ر

خانہ داری کی فلاسفی - عورت اور اس کے استحقاق شادی کا مطلب گھر کس طرح سکھ دھام بن سکتا ہے - چند مبارک اور آدرش ہندو عورتوں کے حالات کو تمثیلاً دے کر نہایت خوبی سے لکھی گئی ہے - قیمت ۸ر

کلکی پوران کلجگ میں کلکی بھگوان پیدا ہونگے - ان کے حال اِس میں درج ہیں - ضخامت ۱۴۰ صفحے قیمت آٹھ آنے ۸ر

دلچسپ نظموں کا مجموعہ حقانی اور روحانی گیتوں کی نرالی آلاپ قیمت ۲ر

روحانی اشلوک - مہاتما رام کرشن پرم ہنس، سوامی وویکانند جی کے گورو کے مثالیہ قصوں اور دوسری دلچسپ روائتوں کے سلسلہ میں حقیقت کے انکشاف و وضاحت کی کوشش کی گئی ہے بار چہارم قیمت ۶ر

عِلم خیال - دُنیا کا وجود ہی خیالات کی بنا پر ہے۔ کوئی بشر اس سے ناواقف رہنا نہ چاہیئے قیمت ۸ر

ویدانت فلاسفی - ویدانت کیا ہے۔ اس سے کیا مُراد ہے۔ اس کی قسمیں اسکی اصلیت وغیرہ پر بسیط بحث قیمت ۲ر

مہابھارت اُردو - یہ دنیا کی بڑی کتابوں سے ایک ہے۔ اس سے تینوں باتیں پائی جاسکتی ہیں۔ دھرم اخلاق فلاسفی اور تواریخ، نثر بیان بابو شیوبرت لال جی کی لکھی ہوئی ۵۹۶ صفحہ قیمت عگ

رامائن - یہ مہاتما شیوبرت لال کی بنائی ہوئی ہے رامائن پر بہت سے لیکھکوں نے قلم آزمائی کی ہے لیکن یہ ایسی دلچسپ شدہ اور عمدہ لکھی ہوئی ہے کہ ہر ایک کے پڑھنے کے یوگیہ ہے مصنف نے تلسی اور بالمیک دونوں کا بھاؤ لیا ہے۔ اور جہاں اختلاف واقعات ہیں۔ وہاں دونوں کو لکھکر نیچے اپنا نوٹ دیا ہے۔ اس میں چھ خوبصورت بلاک ہیں لکھائی چھپائی کاغذ اور سنہری جلد کے لحاظ سے بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ مارکیٹ میں یہ اپنی قسم کی پہلی رامائن ہے قیمت مجلد ہے بغیر جلد عگ

تصانیف کبیر بھگت

کبیر بھگت جنوں کیلئے مشکشا دایک لیکھ قیمت ۴ر

کبیر یوگ - سنت کبیر صاحب کی مستند کتاب علم عرفان اصول اخلاق اور اسرار کی تصوف کی بیمثال اور لاجواب پُستک جس میں بھگتی کے متعلق توضیحی و تشریحی فلسفے موجود ہیں اور جو روحانیت کے متلاشیوں ستسنگوں اور بھگت جنوں کیلئے ایک نادر تحفہ ہے سہل زود فہم دلچسپ اور دلکش پیرایہ میں از بابو شیوبرت لعل جی صفحہ ۴۹۵ قیمت چار روپیہ للعہ

سادھو کی صدا - مذہب اخلاق طرز تمدن کے متعلق چند مفید سبق اخلاق آموز مضامین مذہبی سچائیاں ان کے مذاق کے درست کرنیکا مصالحہ بار سوم قیمت ۶ر

اُپنشد

مستند قدیم و نامور دس اپنشدوں کا اُردو ترجمہ مع مختصر توضیع و تشریح طالبانِ حقیقت و مشتاقین علم معرفت کے استفادہ کی غرض سے از بابو شیوبرت لعل ورمن قیمت عہ

منوسمرتی بھاشا

پر مانک ہندو دھرم شاستر منوسمرتی کا مستند اُردو ترجمہ قیمت ۱۲

روحانی آدرش

ایشور کیا ہے۔ کہاں رہتا ہے۔ کیسے اُس کا گیان ہوتا ہے۔ ۸۰ صفحہ کی قیمت ۴

سنگھ ناد

اس میں بھگت کبیر صاحب کے ایک شلوک کی ویاکھیا ہے۔ قیمت صرف ۲

کبیر بیجک

سنت کبیر صاحب کی دوسری مستند کتاب مکمل مقبول مبسوط اور واضح شرح کیساتھ بیجک علم عرفان رموز الفقر اور اسرار التصوف کی بے مثال اور لاجواب کتاب ہے۔ دنیا کی کسی زبان میں ایسی مہا انموی بانی مشکل سے ملیگی۔ یہ صرف منجھائیوں اور اہل طریقت ہی کے کام کی چیز نہیں ہے بلکہ حقیقت یوں ہے۔ کہ یہ ویدانتیوں کو بھی بلند نظر اور بلند خیال بنا دیتی ہے بیجک ساریسمجھنے کی کنجی ہے۔ معرفت کے مضمون کا حل ہے۔ عوام الناس کا تو کہنا ہی کیا۔ گیانی دھیانی تک بھی اس کی باریکیوں اور نازک خیالیوں کا سمجھنا کٹھن ہے۔ بابو شیوبرت لعل جی نے اب اسکو سہل کر دیا۔ شرح کی صورت یوں ہے پہلے اصل کتاب کا مضمون کتابی شکل میں علیحدہ علیحدہ لفظوں میں اور موٹے خط میں آیا ہے۔ مشکل لفظوں کے نیچے اُردو معنے دیئے ہیں یہ محض لفظی ترجمہ ہے اس کے بعد باریک حرفوں میں واضح اور مفصل شرح ہے کہیں کہیں اردو ترجمہ اور تشریح ضرورت کے موافق ساتھ بھی ہے اس کو پڑھکر کسی کو یہ شکایت نہ رہیگی۔ کہ بیجک مشکل ہے۔ قیمت سے تین روپیہ۔

گھر کا راستہ

یہ سوال و جواب میں ایک عجیب چھوٹی سی پر معنی کتاب ہے جس میں کہاں سے آئے کہاں جائینگے کہاں کیا ہے بسیرا یہ جگ سُپنا رین کا نہ میرا نہ تیرا نفس مضمون ہے ۵۰ صفحہ کی کتاب قیمت ۲

کامیابی کی کنجی

دنیا میں کامیاب انسان ہی زندوں کی فہرست میں شمار کئے جاتے ہیں پر جو گیہسٹ ناکامیاب رہتا ہو وہ مُردہ سے بھی بدتر ہے۔ ہر فرد و بشر کے واسطے اس کا مطالعہ ضروری ہے قیمت ۴

صحت دولت عقل پیدا کرنیکا راز

مفید مطلب ایک چھوٹا سا پتا ہے قیمت ۳

مندرجہ ذیل کتابیں

ہر استری پرش کے پڑھنے یوگیہ ہیں۔ جہاں ان سے پراچین آریہ سبھیتا اور اس کی اُدچہ اوستھا کا درشیہ دکھائی دیتا ہے۔ وہاں ان میں جگہ بجگہ شکشا ملتی ہے۔ اور موجودہ کمزوریوں کے دور کرنے کے وسائل کا پتہ لگتا ہے۔ ان کو عجیب اور مفید ترین کہنا بجا ہوگا کہیں تصوف کے نکات اور ایثار نفسی کے رموز پر بحث ہے کہیں جوانمردوں کی دلیری اور قربانی کے تماشے لفظوں کی بندش میں دکھائے گئے ہیں۔ اگر کہیں ظلم و ستم کے رقت انگیز بیانات پڑھ کر آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوتے ہیں۔ تو کہیں استقلال و ثابت قدمی کی تصویر دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور دھرم دیوتا پر عش عش کرنا پڑتا ہے۔

طوفانِ جنگ لاثانی انسانی شجاعت کے تعجب خیز حالات کا روبا کا حیرت انگیز نظارہ سچے جانباز اور جری محب وطن قوم پرستوں کی سچی وطن پرستی کے پُر جوش جذبات کا موثر خاکہ مہارانہ پرتاب کی مکمل سوانح عمری ناول کے پیرایہ میں از قلم بابو شو برت لعل جی قیمت ۱۲

سچی ماتائیں۔ اس میں مہلا سچی عورت مینا وتی سدیا بائی کے حالات ہیں صفحہ ۸ قیمت ۲

راجستھان کی ویرانیاں راجستھان کی باعصمت بہادر رانیوں۔ رانی ویرمتی چھیل کماری۔ موہنا کے بہادرانہ کام درج ہیں۔ قیمت ۱۰

ہماری ماتائیں۔ یہ استری پرشوں خصوصاً استریوں کیلئے اتنی شکشا دینے والی کتاب اس قدر مقبول عام ہے کہ تینوں زبانوں میں چھاپنی پڑی۔ اُردو ۱۲ ہندی ۱۲ گورمکھی ۱۲

ہندو ماتائیں۔ پاربتی دیوی سندری بائی ہنیت کماری دھاونگرے پون گھرانی ستی ماتا بھانومتی چندرکلا مرگ نینی۔ بیلان بائی اور لاجونتی کے جیون برتانت قیمت ۶

شجاع و عالم استریوں کے کارنامے اسمیں ان بہادر و دیاوان اور باعصمت استریوں کے حالات ہیں جنہوں نے ویر پرشوں کے پہلو بہ پہلو بلکہ اُنکی جگہ قابل فخر کام کیاہے قیمت اردو ۶ ہندی ۸

ستی پرتانت اٹھارہ ستی پرتا استریوں کے حالات جنہیں پڑھ کر خاص سبق حاصل ہوتا ہے ماؤں بہنوں استریوں کے پڑھنے اور سنانے کے قابل ہے۔ اس میں ستی پرتاؤں کے شکھشا دائک خوبصورت چتر دیکر کتاب کو نہایت دلکش اور سبق آموز بنایا گیا ہے قیمت اردو عہ ہندی عہ

سچی استریاں مضمون نام کتاب سے ظاہر ہے مضامین اپنی قسم کے دلچسپ اور سبق آموز نہایت ہی ہر دل عزیز ہیں قیمت اردو ۸ ہندی ۱۲

آلھا کھنڈ آلھا کی فرشی کی داستان اودل کی جانبازی کا حیرت انگیز بیان۔ پرتھوی راج کی معرکہ آرائی رانی بیلا کی خون رُلا دینے والے واقعات وغیرہ وغیرہ پانچواں ایڈیشن قیمت ۸

سچی دیویاں یہ ۱۰۶ صفحہ کی اتی شکھشا دائک پستک ہے جسکو شروع میں شریمان لالہ سائیں داس جی پرنسپل ڈی اے وی کالج لاہور کا دیباچہ شوبھا بیان کرتا ہے۔ بعدہٗ دیویوں کے حالات دیئے ہیں۔ جو استری پرشوں کے پڑھنے یوگیہ ہیں قیمت اردو ۸ ہندی ۱۲ گورمکھی ۱۲

پنجابی سُورما سکھوں کے دس مقدس روحانی بادشاہ اور ان کے دلچسپ پُر درد اور پر اثر تذکرے اس میں زندہ دل۔ زندہ جاوید زندہ نام۔ قابل تعظیم بزرگوں کے مختصر سوانحات قلمبند ہیں جنہوں نے مردوں کو جلایا اور ڈرپوک اور نکمے بزدل گیدڑوں کو شیر مرد بنایا۔ ان کے مطالعہ سے سبق حاصل ہوتا ہے۔ کہ کس طرح دینی اور دنیوی مفاد کو مدنظر رکھ کر پہلو بہ پہلو کام کیا جاتا ہے۔ مکمل اردو قیمت عہ گورمکھی دونوں حصہ عہ

راجستھان کا عطر۔ ٹاڈ راجستھان قیمتی آٹھ روپے ایک ضخیم کتاب ہے اس کا عطر کھینچ کر ۵۰۰ صفحہ میں رکھ دیا گیا ہے یہ نہ سمجھئے۔ کہ حالات کو مختصر کر دیا گیا ہے نہیں بلکہ خاص اور دلکش حالات کو عام مضامین سے چھانٹ لیا گیا ہے اور عبارت کو خاص دلپسند رنگ دیا گیا ہے۔ چھپکر تیار ہے ۔ قیمت صرف عہ

ویر پرتانت۔ مہا پرشوں کے زبردست جیون نہایت ہی دلچسپ پیرایہ میں زیر طبع ہیں انتظار فرماویں۔

دلچسپ کہانیاں اخلاقی مذاق کی نہایت ہی دلچسپ منوہر کہانیاں قیمت صرف ۶

بُدھ دھرم کا اخلاق بدھ دھرم کی واقفیت پیدا کرنے کیلئے قیمت صرف ۲/

سُندر چوڑی - ایک نہایت ہی دلچسپ اخلاق آموز ناول ۸۶ صفحہ قیمت ۵/

راجہ رسالو ایک مشہور قدیم ہندوستان کا دلچسپ و نصیحت آموز تذکرہ ۶/

سنت بزنانت - یہ ۱۰۶ صفحہ کی کتاب ہے واقفیت عامہ کے زندگی کی شاہراہ میں نہایت کارآمد چیز ہے - اس لئے اس کا مطالعہ خالی از لطف نہ ہوگا - قیمت ۶/

بُدھ دھرم اور ہندو دھرم کا میل ان دونوں مذاہب کی درمیانی مشابہت اور مطابقت و باہمی مناسبت پر تاریخی پہلو سے نہایت پُر معنی بحث کی گئی ہے قیمت ۳/

نتیہ کرم گنگا - پنج مہایگیہ کا اردو ترجمہ قیمت ۲/

یوگ درشن بھوج برتی ہندی یوگ درشن ہندی ۱۲

شاہی سلسلہ کے عجیب و غریب
فوٹو بلاک سے مزین
مقبول عام دلچسپ اخلاقی ناول

شاہی لکڑہارا - جودھ پور کے ایک راجکمار کی زندگی کے نشیب و فراز - اس کی بیوی کی شوخی اور عصمت - نیکی بدی کے انجام کا موثر خاکہ - کرم یوگ کی اعلیٰ ترین مثال اس قدر مقبول عام ہے - کہ اس کا نواں ایڈیشن چھپ رہا ہے - قیمت اُردو ۱۲/ ہندی ۱۲؁

شاہی ڈاکو - ایک دلآویز - لاثانی تاریخی ناول - بوندی راج کے بانی کے پولٹیکل ڈاکے - وطن کی محبت مصیبت کے وقت آزادی قائم رکھنے کی ہمت بخش داستان بلحاظ رنگینی اور زبانی عبارت دلکش ہے - قیمت اُردو ۱۲؁ ہندی ۱۲؁

شاہی بھکاری - قسمت کے کھیل ہونے والی بات ہو کر رہتی ہے - بھگتی بھاؤ، فلسفہ کے رموز حسن و عشق کے دلچسپ مناظر قیمت ۱۲/

شاہی پتی برائن - گجرات کی ایک رانی کی پُرسوز کہانی پتی برت کی جیتی جاگتی تصویر قیمت ۱۰/

شاہی جادوگرنی - یہ ایک عجیب معنی خیز ناول ہے - جس میں دکھلایا گیا ہے کہ استری اپنے تئیں بڑا سمجھے - یا پُرش اپنے تئیں در حقیقت دونو ایک گاڑی کے پہئے ہیں - ایک آسام کی رانی کا حال ہے - جو بذریعہ جادو کام لیتی تھی - قیمت ۱۲/

شاہی بھوت ۔ ایک نصیحت آموز دلچسپ ناول اس میں دکھلایا گیا ہے۔ کہ پاپی کے مارنے کو پاپ مہابلی ہے۔ پاپی کو اپنی ضمیر ہی سزا دیتی ہے۔ قیمت ۸ر

شاہی چور ۔ چھوٹا سا دلچسپ سبق آموز ناول ۔ قیمت ۱ر

بھگت بھگونت بھگتی ۔ بھگت سداما اور سری کرشن جی کی دوستی کا دلکش اور موثر نظارہ ۔ عبارت اس قدر رقت انگیز کہ اس پریم کی زندہ مثال پر پریم کے آنسو بہہ نکلیں ۔ قیمت ۲ر

راج بھگتنی ۔ ہندو شاہی خاندان کی مشہور خاتون میراں بائی کی دردناک کہانی بھگتی کا موثر نقشہ ۔ ایشور وشواش اور پریم کی مجسم زندہ تصویر ہے پڑھکر آپ وجد میں آجائیں قیمت ۱ر

راج بھگت ۔ بڑھاپے میں شادی کے مضر نتائج ۔ سوتیلی ماں کے عبرت انگیز شرمناک سلوک ۔ سچائی کی زبردست فتح ۔ پورن جی کی سبق آموز کہانی ۔ ناٹک کے پیرایہ میں ۔ قیمت ۱ر

شاہی بھگت ۔ جوانی کی خام خیالی نادان دوست اور احباب کے جیکے مشیروں کی خود غرضی ۔ ماں کیطرف سے قابل اعتراض واہمہ جور و ستم کی کہانی ۔ غلطی کی تلافی ۔ راجہ ہرسینچندر کے سبق آموز حالات ۔ قیمت ۴ر

شاہی بھگتنی ۔ بہت بدنت شیو سنبھو دلچسپ قدیم کہانی کا بیان ۔ رنج و تردد ۔ فکر و پریشانی ۔ سرگردانی و حیرانی کا دردناک نظارہ بھکشو فقیروں کے یا امن قائم کرنے کا سچا تاریخی واقعہ ہے ۔ طرز تحریر نہایت ہی دلپسند قیمت صرف ۸ر

شاہی جوگی ۔ اسی سلسلہ کا چوٹی کا ناول جسکا مدت سے انتظار تھا نکل گیا ۔ پریم بھگتی سے بھرپور ۔ پرلے درجے کا دلچسپ قیمت صرف ۱۲ر

ملکانہ راجپوت ۔ ملکانہ شدھی کا چرچا آپ نے سنا ہوگا ۔ مصنف نے مذہب کی نوعیت اور شدھی پر بطرز ناول دلچسپ پیرایہ میں یہ ایک اعلے پایہ کی کتاب تیار کی ہے ۔ اس کو تین حصوں مردانہ راجپوت مستانہ راجپوت اور دیوانہ راجپوت میں ترتیب دیا گیا ہے ۔ از بابو شیوبرت لعل جی ورمن قیمت ۱۲ر

لطیف تصنیف سوامی ویکانند جی

کرم یوگ - سوامی وویکانند جی کی تصنیف لطیف ہے۔ جو آٹھ بابوں میں منقسم ہے کرم کا انسان کے چال چلن پر اثر۔ بے غرضانہ فیاضی کرم کی تکمیل کا بہترین راز ہے۔

قیمت صرف ۸ر

بھگتی یوگ - سوامی وویکانند جی مہاراج کے مختلف انگریزی لیکچروں کا عام فہم اردو ترجمہ۔ (۱) بھگتی کیا چیز ہے (۲) بھگتی کیوں کرنی چاہیئے (۳) بھگتی کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ بھگتی کی قسمیں وغیرہ۔ بار چہارم۔

قیمت صرف ۸ر

راج یوگ - اس کی ترتیب و تحریر مرحوم سوامی وویکانند جی کے راج یوگ کے موافق ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ اول میں یوگ کی اہمیت اور اس کے اصطلاحات پر آٹھ مفصل ویاکھیانوں میں بحث کی گئی ہے۔ حصہ دوم میں مہرشی بیاس جی کے یوگ شاستر کا اردو ترجمہ درج ہے۔ تیسری بار قیمت ۱۲ر

یوگ کے عملی سبق - یوگ کے تمام مرحلوں کی بالتوضیح صراحت اور راہ عملی غرض ومنشاء کی تفصیل و وضاحت جیسے یوگ۔ آسن - پرانایام - دھارنا - دھیان - سمادھی پر فلسفیانہ لکھا گیا ہے۔ بار دوئم۔ قیمت صرف ۸ر - روحانی اشارے قیمت ۶ر

راج ترنگنی
یعنی
تاریخ کشمیر مکمل مجلد

ہر تاریخ دان انسان کی میز پر ہونی چاہیئے لاکھ جتن سے اس تاریخی کتاب کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ یہ نایاب و انتخاب لاجواب کتاب جو آج سے پچاس سال قبل دو لاکھ روپیہ پر میسر نہ آتی تھی۔ اب بصورت ترجمہ مکمل صرف سات روپے میں فروخت ہو رہی ہے۔ منگا لیجیے۔ کتاب طویل ضخامت پر مشتمل ہے۔ ہر لحاظ سے مطالعہ و عمل کے قابل ہے۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب اور کاغذ نفیس۔ نفسہ بے بہا

قیمت صرف سات ۷ روپے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار ؎

ڈرامہ

آفتابِ مہاراشٹر

عُرف

چھترپتی سیواجی

شمالی ہندوستان کے مشہور ڈرامہ نویس لالہ کشن چند زیبا نے اس کے لکھنے میں قلم
توڑ دیا ہے۔ اس میں ہندو مہاپتی مہاراشٹری بیر سیواجی نیتی میں کتنا چتر تھا۔ اُس کا
کیریکٹر کتنا اعلےٰ اور آدرشیہ تھا۔ وہ شرن میں آئے ہوئے دشمن کے ساتھ کتنا فیاض
تھا۔ وہ بہادروں کا کتنا قدردان تھا۔ وہ غیر مذہب کے گرنتھوں اور عبادتگاہوں
کی کتنی عزت کرتا تھا۔ وہ ادیبوں کی رکھشا کرنے میں کتنا پرشارتھی تھا۔ وہ گئو برہمن
اور مندروں کے دشمنوں کا کتنا مخالف تھا۔ یہ تمام باتیں اس چھوٹی سی پستک میں
ناٹک روپ میں درشائی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ نئے سچے اور دلچسپ
واقعات قلمبند کئے گئے ہیں۔ جو اُردو دان جنتا کی نظروں سے ابھی تک نہیں گذرے
ہونگے۔ نئی چیز ایجاد۔ نئی تلاش ہر کسی کو پیاری لگتی ہے۔ اسی بات کو مدِنظر رکھکر نئی
معلومات بہم پہنچانے کا یتن کیا گیا ہے۔ لکھائی چھپائی نہایت اعلےٰ ہے۔ قیمت
فیجلد ۱۲ار۔ محصولڈاک علاوہ ؞

دلاور فاتح چکرویوہ

ویر ابھمینو عُرف بجلی کی کڑک

بصورت ڈرامہ بزبان اُردو منگا کر پڑھیں

شمالی ہندوستان کے مشہور ڈرامہ نویس لالہ کشن چند زیبا صاحب نے اس کے

لکھنے میں قلم توڑ دیا ہے :-

یہ ڈرامہ دلاور ارجن کے شہ زور فرزند ویر ابھیمنو کی لاثانی ویرتا اور قربانی کا وہ بے نقاب فوٹو ہے۔ جس کے سایۂ عکس سے دنیا میں دلاوری کی تاریخ کا زہرہ آب آب ہو رہا ہے۔ دشمن کی تلواروں اور تیروں کی بوچھاڑوں کے بے پناہ آتشیں ماروں سے گذرتا ہوا ویر ابھیمنو اپنی بے جگر بہادری و فطرتی دلاوری کے کس جوش حمیت کے ساتھ چکرویوہ میں داخل ہوتا ہے۔ اور پوری طاقت سے دشمن کے دھوئیں بکھیرتا ہوا اس پر الجھن قلعہ کے مسئلہ لاینحل کو چشم زدن میں حل کر دینے کا کس طرح عزم مصمم دکھاتا ہے۔ الفاظ ڈرامہ کے میدان کارزار میں یہ نظارہ دیکھ لیجئے۔ سینہ تھام کر رہجائینگے۔ اس میدان صداقت کے کمسن جرنیل یا بہادر ابھیمنو کی شان دلاوری پر تحسین کے پھول برسائیں گے۔ سات مہار تھیوں کی ابلہ فریبیوں سے جب ویر ابھیمنو جام شہادت نوش کر لیتا ہے۔ تو دلاور ارجن غیض و غضب کا بان اٹھا کر غروب آفتاب سے پہلے ویر ابھیمنو کا انتقام ختم کر دیتا ہے۔ ڈرامہ کی لکھائی چھپائی دیدہ زیب دلآویزی اور کاغذ وا زیب ہے۔ سرورق پر ویر ابھیمنو کی خوبصورت بھڑکی کلر عکسی فوٹو آویزاں ہے جو اپنی دلآویزی سین کے لحاظ سے ہر حال قابل ذکر اور نمایاں ہے۔ قیمت فی جلد عہ ر۔ ہندی زیر طبع ہے ؛

شرون کمار ارتھات پتر و بھگت

بصورت ڈرامہ زبان اردو

شمالی ہندوستان کے مشہور و معروف ڈرامہ نویس لالہ کشن چند زیبا صاحب نے

اس گے لکھنے میں قلم توڑ دیا ہے۔

یہ ڈرامہ پتر بھگت شروَن کمار کی لاثانی پتر بھگتی کا وہ بے نقاب فوٹو ہے۔ جس کے سایہ عکس سے دنیا میں پتر و بھگتی کی تاریخ کا زہرہ آب آب ہو رہا ہے۔ شروَن وہ شخص تھا جس نے اپنے سمست سکھوں کو اپنے اندھے ماتا پتا پر نچھاور کر دیا۔ اور ایک المست دیوانے عاشق کی طرح پروانہ بنکر ماتا پتا روپی دیپک پر جلتا ہوا نظر آیا۔ ماتا پتا کی اپار کرپاؤں کا سوکھشم بھنڈار یہی دیکھا جا سکتا ہے۔ نو شروَن کی درشٹی سے دیکھا جا سکتا ہے۔ قیمت اُردو ۸ر ہندی ۸ر

پولیٹیکل ڈرامے از کشن چند صاحب زیبا

	اُردو	ہندی		اُردو	ہندی
دیش دیپک قیمت	۹ر	۱۲ار	قومی تلوار قیمت	۱۲ار	عہ ر
نوین بھارت 〃	۱۲ار	۱۲ار	دان ویر کرن 〃	۱۲ار	
ویرم اُدہرم بُدہ 〃	۱۲ار	۱۲ار	راے بہادر 〃	۱۲ار	

گھر بیٹھے تھیٹریکل کمپنیوں کی سیر کرلو

جلاو عاشق	۸ر	دردِ جگر رحمت	۸ر	ویر ابھیمنیو زیبا باتصویر	عہ ر
کلام رحمت	۱۲ار	محبت کا پھول	۸ر	باوفا قاتل	۸ر
شروَن کمار زیبا باتصویر	۸ر	آنکھ کا نشہ	۶ر	تصویر رحمت	۶ر
خود پرست	۵ر	گلستان خاندان ہامان	۵ر	میٹھا زہر	۴ر
دشمن ایمان	۵ر	... ...		تاج طہران	۱۲ار
علی بابا چالیس چور	۵ر	سیر پرستان	۴ر	قتل نظیر باتصویر	۴ر

نام	قیمت	نام	قیمت	نام	قیمت
اُچھلتا دامن شہید ناز	۴/	غریب ہندوستان ہندی	عہ/	پتنی سیوا	۸/
گورکھ دھندہ	۶/	علاؤالدین چراغ	۵/	بزم فیروز سلطان	۴/
سنہری خنجر	۸/	نیک پروین عرف		شاہی لکڑ ہارا اُردو	۸/
کالی ناگن	۴/	سلور کنگ	۴/	" " ہندی	۸/
بھول بھلیاں	۵/	کٹورہ بھر خون عرف		زہر کی انگوٹھی عرف	
خونی بلا	۸/	زہری سانپ	۴/	زندہ در گور	۱۲/
فریب طرار	۴/	مالن کی بیٹی	۴/	اننتی ناگ	۵/
سفید خون	۴/	داغ حسرت شیریں فرہاد	۴/	لیل و نہار	۴/
مکمل ڈرامہ گنہگار باپ	۱۲/	چمکتی بجلی	۵/	بلوا منگل عرف بھگت	
جام جہاں نما	۵/	نور کی پتلی	۴/	سورداس مصنفہ حشر	[illegible]
زنجیر گوہر	۴/	یہودی کی لڑکی	۴/	پرہلاد بھگت	۴/
خواب ہستی	۴/	صنم کا پجاری معروف		ست وان ساوتری	[illegible]
خون ناحق	۴/	زر دار زندگی	۱۰/	شری پنجابی سنگیت	
اندر سبھا فوٹو بلاک	۴/	عاشق زار جان نثار	۱۲/	رامائن کامل ۴ حصہ	
حسن کا ڈاکو	۸/	خون کا خون	۵/	باتصویر	عہ ۱۲/
حسن کا چاند	۸/	ولف سروش	۵/	بن دیوی عرف	
خدا دوست	۴/	گلنار فیروز	۵/	رشی پتنی ڈرامہ	۶/
دوزخی حور	۵/	اسیر حرص	۴/	عالمگیر غازی عرف	
چندراولی	۴/	گلرو زرینہ	۴/	مہاراجہ جسونت سنگھ	۱۲/
شام جوانی	۸/	جہانگیر		یوگ شکتی عرف	
غریب ہندوستان	عہ/	بزم فانی	۴/	رسیلا جوگی	مہ/

بلوان پتر ۱۲/
دان ویر کرن ۱۲/
تین اندھے عرف
مہاراجہ بکرماجیت ۱۲/
فاتح بنگال عرف
تلوتما ۸/
ویر بالا عرف سندر سور ۸/
مکمل دھارمک ڈرامہ
یعنے شریمد بھاگوت عہ
مکمل ڈرامہ
نل دمینتی ۴/
کرشن بال لیلا
عرف کنس بدھ ۱۲/
شکنتلا ۸/

مہاستی انسویا المشہور
پتنی پرتاپ ۶/
ہری چندر ۴/
بیداری ۱۲/
کرشن سداماں ۸/
ڈرامہ ست نارائن ۵/
ڈرامہ کرشن اوتار ۴/
حقیقت رائے بالتصویر ۵/
ڈرامہ موہنی۔ بی۔ اے ۶/
جنگ جرمن ۸/
شریف بدمعاش ۱۲/
دست ابلیس عرف
شیطانی روح ۱۲/

ویش بندھو عرف
اسیر گیسو ۱۲/
بھارت درشا عرف
لیڈی لاجونتی ۵/
دکھیا بھارت عرف
شریمتی منجری ۴/
قدرت کا انصاف ۱۲/
راجہ بھرتری ۵/
رام لیلا ناٹک ۶/
مکمل ڈرامہ مہابھارت ۵/
ہندو گیتا پتی پریم ۶/
سیتا بن باس ۴/
تصویر حیرت ۶/
خونی ہیرا ۶/

مکمل ڈرامہ آفتاب عصمت عرف پتی پرائن ساوتری

مصنفہ لالہ کشن چند صاحب زیبا۔ نہایت آب وتاب سے چھپ کر تیار ہے۔ قیمت صرف دس آنے ۱۰/

ملنے کا پتہ: **لالہ امدتہ مل اینڈ سنز تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور**